ادا ریہ

سحر ضرور آئے گی!

23 مارچ کا دن جماعت احمدیہ عالمگیر کے لئے ایک مقدس تاریخی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس دن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا تعالیٰ کے اذن سے لدھیانہ کے محلہ جدید میں واقع حضرت صوفی احمد جان صاحب کے مکان میں سلسلہ بیعت کا آغاز فرمایا اور حضرت حافظ نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل کو اوّل طور پر بیعت سے مشرف فرمایا۔ لدھیانہ کی زمین سے آغاز سفر کرنے والا یہ کارواں آج دنیا کے ہر خطے میں قدم جما چکا ہے اور وہ دن دور نہیں جب خدائی وعدوں کے موافق اس سلسلہ کی عزت و عظمت کو ہر مخالف تسلیم کرے گا اور اس الٰہی درخت کی چھاؤں تلے پناہ گزین ہونے کو سعادتِ عظمیٰ سمجھے گا۔ انشاء اللہ

لیکن اس منزل کو پانے سے پہلے ہمیں خوبصورت نخلستانوں کے ساتھ ساتھ بہت سی پُرخار وادیاں اور دشت و بیاباں بھی عبور کرنے ہیں۔ اس لیے اپنے حوصلوں کو بلند، برداشت کو مضبوط اور عزائم کو پختہ رکھنا ہوگا اور سب سے بڑھ کر میر کارواں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ساتھ محبت اور وفاداری کا ایسا سچا تعلق رکھنا ہوگا کہ اُدھر بارگاہ خلافت سے ارشاد ہوا۔ اِدھر سو جان سے تعمیل کے لئے تیار۔ تب آپ دیکھیں گے کہ کس طرح مشکلات و مصائب کا زمانہ دھوئیں کی طرح چھٹ جائے گا اور وہ فجر طلوع ہوگی جس کی انتظار میں ہم سب چشم براہ ہیں اور انشاء اللہ ایسا ضرور ہوگا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام دنیا میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔ اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا۔ یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہونگی اور ابتلاء آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اُٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ سو اے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا''۔

(تجلیات الٰہیہ۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ نمبر ۴۰۹)

••*•*•*•*•*•*•*

اور سکٹ کے روایتی لنچ کے بعد رنگ برنگے خیموں پر دور ہی سے نظر ڈالی اور فوجی کیمپ کے درمیان سے گزرتے ہوئے ایک مرتبہ پھر بالتورو پر چڑھ گئے۔تقریباً ایک گھنٹے کے بعد تمام ممبرز نکھر چکے تھے ڈاکٹر عبدالغفار صاحب گھٹنے کی درد کے باعث ہم سے پیچھے رہ گئے تھے اور واپس اردکس کے فوجی کیمپ میں بیٹھے ریڈیو سن رہے تھے۔اس موقع پر ممبرز کے پاس موجود سیٹیاں کام آئیں۔اس ٹریک پر پورٹر صبح اپنے حصے کا سامان اٹھا کر چل پڑتا ہے اور پھر اسے اس چیز سے غرض نہیں ہوتی کہ آپ کتنا پیچھے ہیں؟ آ بھی رہے ہیں یا نہیں؟ اس کا کام ہے متوقع کیمپ سائیٹ پر پہنچ کر سامان رکھ دینا۔سو ہمارے پورٹرز بھی ہمارے سے دو ڈھائی گھنٹے آگے گورو1 (Goro1) کیمپ سائیٹ کو رواں تھے۔تین بجے اردکس سے دوبارہ روانگی ہوئی۔گلیشیر پر چڑھ کر اس کے درمیانی حصہ کی طرف سفر شروع ہوا کیونکہ اگلی تمام کیمپ سائٹس بالتورو کے درمیان میں ہوتی ہیں۔راستہ برف پر کافی واضح ہے لیکن جہاں راستہ گم ہونے لگے وہاں خچر کی لید آپ کی راہنمائی کرتی ہے جو اردکس سے کنکارڈیا تک فوجیوں کے لئے سپلائی کرتے ہیں۔خچروں کی اس "نشانی" کی وجہ سے یہاں گھریلو مکھی ہی کی شکل کی مکھی ہے۔جو آرام سے پیچھا نہیں چھوڑتی۔اونچے نیچے پتھریلے، برفیلے اور گیلے راستے سے ہوتے ہوئے ہم تمام لوگ تقریباً سات بجے تک گورو1 کی ویران کیمپ سائیٹ پر تھے۔سطح سمندر سے 4300 میٹر کی بلندی پر برف کے اوپر گزاری جانے والی یہ ہماری پہلی رات تھی۔آج تھکاوٹ کی وجہ سے جلدی اور گہری نیند نے آلیا۔اس لئے معلوم نہ ہوسکا کہ آج رات بارش ہوئی یا نہیں۔

کنکورڈیا کی طرف روانگی

صبح ساڑھے آٹھ بجے ہم اپنی منزل کنکورڈیا کے لئے روانہ ہوئے۔راستہ پچھلے روز ہی کی طرح کا ہے۔دو گھنٹے کے بعد "گورو2" کی کیمپ سائیٹ آتی ہے۔جس سے چند منٹ قبل فوجی کیمپ ہے۔تقریباً ایک گھنٹہ فوجی کیمپ میں گزارنے کے بعد ہم پھر کنکورڈیا کی طرف چل رہے تھے۔گورے1 سے ہی آپ کو عظیم چوٹیاں دکھائی دینی شروع ہو جاتی ہیں۔دائیں ہاتھ پر خوبصورت مشہ بروم پیک (7821m) بالکل سامنے گشہ بروم 4 (7929m) اور پیچھے مڑ کر دیکھا جائے تو پائیو پیک (6610m) ٹرنگو ٹاورز (6617m)، الی بہاؤ ٹاورز اور نیم لیس ٹاورز (name less towers) نظر آتے ہیں۔

کنکورڈیا وہ جگہ ہے جہاں سے موسم صاف ہونے پر ان تمام چوٹیوں کے علاوہ براڈ پیک (8051m) اور کے ٹو (8611m) کا بھرپور نظارہ کیا جا سکتا ہے جو ہم نہ کر سکے۔ کیونکہ جب شام چار بجے ہم کنکورڈیا پہنچے تو ہر چیز بادلوں کے غلاف میں لپٹی ہوئی تھی۔ٹریکنگ اور کوہ پیمائی میں دو چیزیں ہوتی ہیں جو کہ عموماً ناکامی کا باعث بنتی ہیں ایک بلندی کی بیماریاں اور دوسرے موسم۔پچھلے تقریباً ایک ماہ سے کے ٹو پر موسم خراب چلا آ رہا تھا جس کی وجہ سے اکثر کوہ پیما ناکام لوٹ رہے تھے۔کنکورڈیا میں اس وقت مختلف ملکوں کے باشندوں کے علاوہ بی بی سی (B.B.C) کی تین رکنی ٹیم بھی موجود تھی۔یہ ٹیم کے ٹو کی تاریخ پر کوئی فلم بنا کر صبح واپس جا رہی تھی۔

کنکورڈیا کا تعارف

سطح سمندر سے 4700 میٹر کی بلندی پر کنکارڈیا ایک بہت بڑا چوک ہے۔جہاں پانچ گلیشیر بالتورو، گاڈون آسٹن، وائن، براڈ پیک اور گیشا بروم 4 کے گلیشیرز آ کر ملتے ہیں یہاں پہنچ کر بائیں جانب K2 (8611m) کا خوبصورت تکونی پہاڑ دیکھ سکتے ہیں۔دنیا کے دوسرے نمبر اور پاکستان کے پہلے نمبر کی یہ چوٹی 1954ء میں پہلی مرتبہ اٹلی کے دو ممبرز نے سر کی۔تکنیکی لحاظ سے یہ دنیا کا مشکل ترین پہاڑ ہے۔اور آٹھ ہزار میٹر سے بلند اس پہاڑ پر دیگر پہاڑوں کے مقابلہ میں شرح اموات سب سے زیادہ ہے۔مقامی لوگ اس کو شاہ گوری یعنی پہاڑوں کا بادشاہ کہتے ہیں۔کے ٹو کے دائیں طرف براڈ پیک (8060) میٹر ہے۔ براڈ پیک کے ساتھ کنکورڈیا کی کیمپ سائیٹ کے بالکل سامنے گیشا بروم 4 (7929m) سایہ کئے ہوئے ہے۔کنکورڈیا سے 15 کلومیٹر کے قطر میں (41) اکتالیس چوٹیاں ایسی ہیں جن کی بلندی چھ ہزار پانچ سو میٹر سے زائد ہے۔کنکارڈیا میں رات کو درجہ حرارت منفی ڈگری میں چلا جاتا ہے اس وجہ سے رات شدید مشکل میں گزاری۔

(باقی آئندہ)

شرائط بیعت

تحریر فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اوّل:- بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم:- یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم:- یہ کہ بلاناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسولؐ کے ادا کرتا رہے گا اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا۔

چہارم:- یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم:- یہ کہ ہر حال رنج وراحت اور عُسر اور یُسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حالت راضی بقضا ہوگا اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم:- یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آ جائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتم:- یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم:- یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی (دین حق) کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم:- یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم:- یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقتِ مرگ قائم رہے گا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

(اشتہار تکمیل تبلیغ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء)

☆☆☆☆☆☆☆

عاشقانِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(سہیل احمد ثاقب بسراء)

خدا تعالیٰ ہر مامور من اللہ کی تائید کے لئے ہمیشہ سے کچھ ایسی سعید روحیں پیدا کرتا چلا آیا ہے جو اس مامور کے لئے انصار الی اللہ ہوتی ہیں۔ یہ انصار ہر طرح کے خوف و خطر سے بالا ہوتے ہیں اور اس مامور کی صفات میں متصف ہو کر زبانِ حال سے اس کی صداقت کی بین دلیل ہوتے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے ایسی جماعت عطا فرمائی تھی جو انتہائی حد تک آپ کے عشق میں مخمور تھی اور آپ علیہ السلام کی خاطر جان، مال اور عزت کی قربانی کرنے سے ہرگز دریغ نہ کرتی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایسی ہی جماعت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنی تصنیف لطیف ”حقیقۃ الوحی“ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

”ہزارہا انسان خدا نے ایسے پیدا کئے کہ جن کے دلوں میں اس نے میری محبت بھر دی۔ بعض نے میرے لئے جان دی اور بعض نے اپنی مالی تباہی میرے لئے منظور کی اور بعض میرے لئے اپنے وطنوں سے نکالے گئے اور دُکھ دیئے گئے اور ستائے گئے اور ہزارہا ایسے ہیں کہ وہ اپنے نفس کی حاجات پر مجھے مقدم رکھ کر اپنے عزیز مال میرے آگے رکھتے ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ ان کے دل محبت سے پُر ہیں اور بہتیرے ایسے ہیں کہ اگر میں کہوں کہ وہ اپنے مالوں سے بکلی دستبردار ہو جائیں یا اپنی جانوں کو میرے لئے فدا کریں تو وہ تیار ہیں“۔ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲، صفحہ ۲۴۰)

تاریخ احمدیت ایسے وجودوں سے بھری پڑی ہے کہ جنہوں نے امام وقت کی خاطر ہر طرح کی تکلیف برداشت کی مگر زبان سے اُف تک نہ کیا، گھروں سے بے گھر کئے گئے مگر کوئی شکوہ نہ کیا، عزتیں قربان کیں مگر زبان پر کوئی حرف نہ آیا۔ ایسے وجود اصل میں خدا تعالیٰ کی طرف سے تائید یافتہ ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ براہ راست ان کی راہنمائی کر رہا ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے خبر دی تھی:۔

يَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُّوْحِيْ اِلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَاءِ

”کہ تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کے دلوں میں ہم اپنی طرف سے الہام کریں گے“۔

یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے قدم قدم پر صدق و وفا کے نمونے دکھائے۔ ان کے اخلاص و وفا کی شہادت مسیح دوراں نے ان الفاظ میں دی۔

”میں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایک مخلص اور وفادار جماعت عطا کی ہے میں دیکھتا ہوں کہ جس کام اور مقصد کے لئے میں ان کو بلاتا ہوں نہایت تیزی اور جوش

”میں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایک مخلص اور وفادار جماعت عطا کی ہے میں دیکھتا ہوں کہ جس کام اور مقصد کے لئے میں ان کو بلاتا ہوں نہایت تیزی اور جوش کے ساتھ ایک دوسرے سے پہلے اپنی ہمت اور توفیق کے موافق آگے بڑھتے ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ ان میں ایک صدق اور اخلاص پایا جاتا ہے۔ میری طرف سے کسی امر کا ارشاد ہوتا ہے اور وہ تعمیل کے لیے تیار“۔

کے ساتھ ایک دوسرے سے پہلے اپنی ہمت اور توفیق کے موافق آگے بڑھتے ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ ان میں ایک صدق اور اخلاص پایا جاتا ہے۔ میری طرف سے کسی امر کا ارشاد ہوتا ہے اور وہ تعمیل کے لیے تیار"۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ ۲۲۲،۲۲۳)

دل کی گہرائی سے محبت

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ایک عظیم الشان شخصیت کے حامل، عالم باعمل اور زندہ جاوید انسان تھے۔ آپ نے اپنے آقا کی خاطر اپنے آبائی گھر کو خیرباد کہہ دیا اور آخری دم تک اسی کے دربار پر حاضر رہے۔ آپ کے جذبۂ عشق و فدائیت کی شہادت مسیح دوراں نے ان الفاظ میں دی:۔

"اگر میں نورالدین کو حکم دوں کہ تُو پانی میں چلا جا تو وہ پانی میں جانے کے لئے تیار ہے۔ اگر میں اس کو کہوں کہ آگ میں داخل ہو جا تو وہ میرے حکم سے آگ میں بھی جانے کو تیار ہے۔ وہ کسی طرح بھی میرے حکم سے انکار نہیں کر سکتا"۔ (الحکم ۷ فروری ۱۹۳۵ء صفحہ ۶)

حضرت مولانا نورالدین صاحب بھیروی خلیفۃ المسیح الاوّل زمانہ کے حالات کو دیکھتے ہوئے خدا تعالیٰ سے ایک مامور کی دعا مانگا کرتے تھے کہ جو مخالفین (دین حق) کا منہ بند کر دے۔ چنانچہ اس مامور کی آمد کے بعد نہ صرف آپ نے بیعت کی بلکہ آپ کی محبت کو بھی اختیار کیا آپ فرماتے ہیں:۔

"......میں نے مہدی الزمان کی محبت کو اختیار کیا اور آپ کی بیعت صدق دل سے کی۔ یہاں تک کہ مجھے آپ کے لطف و کرم نے ڈھانپ لیا اور میں دل کی گہرائیوں سے محبت کرنے لگا۔ میں نے اپنے سارے اموال اور اپنی ساری جائیداد پر ترجیح دی، بلکہ اپنی جان، اپنے اہل و عیال اور والدین اور اپنے سب عزیز و اقارب پر انہیں مقدم جانا......"

(روحانی خزائن جلد نمبر ۷، صفحہ ۱۵ کرامات الصادقین ترجمہ از عربی عبارت)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے جو اپنے اصلی وطن اور دوستوں کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا اور قادیان میں اپنے آقا کے حضور ساری زندگی گذار دی، یہ کوئی سہل امر نہ تھا بلکہ ایک جذبۂ عشق کو چاہتا تھا اور آپ میں یہ وصف بہ اتم پایا جاتا تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کی نسبت فرمایا:۔

"وہ میری محبت میں قسم قسم کی ملامتیں اور بدزبانیاں اور وطن مالوف اور دوستوں سے مفارقت اختیار کرتا ہے اور میرا کلام سننے کے لئے اس پر وطن کی جدائی آسان ہے اور میرے مقام کی محبت کے لئے اپنے اصلی وطن کی یاد بھلا دیتا ہے اور ہر ایک امر میں میری اس طرح پیروی کرتا ہے جس طرح نبض کی حرکت تنفس کی حرکت کی پیروی کرتی ہے"۔

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۸۶، ترجمہ از عربی عبارت)

الگ ہونے سے جان دینا بہتر ہے

ان ہی مخلصوں اور وفاداروں میں ایک نام جو تا قیامت یاد رکھا جائے گا حضرت شاہزادہ عبداللطیف صاحب کا ہے کہ جن کے خون کی خوشبو سے سرزمین افغانستان ہمیشہ مہکتی رہے گی۔ حضرت شاہزادہ صاحب اپنے صدق و وفا میں ایسے سچے تھے کہ جان کی بازی لگا دی مگر حق کو نہ چھوڑا۔ جب انہیں امیر افغانستان کے روبرو پیش کیا گیا اور امیر نے پوچھا کہ تم نے بیعت کی ہے؟ تو حضرت شاہزادہ صاحب نے جواباً فرمایا:۔

"ہاں میں نے بیعت کی ہے مگر نہ تقلید اندھا دھند بلکہ علیٰ وجہ البصیرۃ اس کی اتباع اختیار کی ہے۔ میں نے دنیا بھر میں اس کی مانند کوئی شخص نہیں دیکھا۔ مجھے اس سے الگ ہونے سے اس کی راہ میں جان دینا بہتر ہے"۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۵۸۴)

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف رؤسائے افغانستان میں سے تھے مگر آپ نے حضرت اقدس کی خاطر اپنی جان و مال اور عزت کی بھی پرواہ نہ کی۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ

السلام تحریر فرماتے ہیں:-

''میں کن الفاظ سے اس بزرگ مرحوم کی تعریف کروں جس نے اپنے مال اور آبرو اور جان کو میری پیروی میں یوں پھینک دیا کہ جس طرح کوئی ردی چیز پھینک دی جاتی ہے''۔

(تذکرۃ الشہادتین۔روحانی خزائن جلد۲۰،صفحہ۱۰)

محبت واطاعت میں خاتمہ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے نام ایک مخلص اور عاشق صادق کا خط آیا۔جس میں اس نے آپ سے انتہائی درجہ کے اخلاص ومحبت کا اظہار کیا۔اس خط کے متن کا ایک حصہ پیش ہے:-

''.....حضور عالی! اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ خاکسار کو اس قدر محبت ذات والاصفات کی ہے کہ میرا مال تمام مال وجان آپ پر قربان ہے اور میں ہزار جان سے آپ پر قربان ہوں۔میرے بھائی اور والدین آپ پر نثار ہوں۔خدا میرا خاتمہ آپ کی محبت اور اطاعت میں کرے۔''

(حقیقۃ الوحی،روحانی خزائن،جلدنمبر۲۲،صفحہ۲۴۹حاشیہ)

یہ وہ ہستیاں تھیں جو آج ہم میں موجود نہیں مگر ان کے نمونے ہمارے پاس ہیں،جن پر عمل کرتے ہوئے ہم بھی ان کی خوبو میں رنگین ہوکر ایسی جماعت بن سکتے ہیں کہ جن کی نسبت مسیح دوراں نے ارشاد فرمایا تھا کہ''میری طرف سے کسی امر کا ارشاد ہوتا ہے اور وہ تعمیل کے لئے تیار''۔یہ وہ جذبہ عشق و فدائیت ہے جو ہر زمانہ میں اپنے امام کے حضور پیش کرنا چاہیے اور خلافت سے ایسا زندہ تعلق قائم کرنا چاہیے کہ اُدھر سے کوئی حکم ہو اور اِدھر دیوانہ وار اس کی تعمیل۔یہ وہ طریق ہے کہ جس کے ذریعہ سے ہم دین و دنیا میں کامیاب ہوسکیں گے۔اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رفقاء کے چند عشق وفدائیت کے واقعات ملاحظہ کیجیے۔

ذکرِ حبیب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عشاق اپنے حبیب کے ذکر میں اس قدر مشغول ہوجاتے تھے کہ کھانے،پینے تک کا خیال نہ رہتا تھا۔حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب اپنے والد گرامی حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی اور حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوری کی ملاقاتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

''مولوی عبداللہ صاحب سنوری اولین (رفقاء) میں سے تھے اور والد صاحب کے یکرنگ دوست تھے۔بعض دفعہ ملاقات کے لئے کپورتھلہ آجاتے اور پھر دونوں بیٹھ کر ذکر حبیب میں محو ہوجاتے اور ایک دوسرے کو حالات سناتے اور سنتے۔پرانی باتیں تازہ کرتے اور اس ذکر و گفتگو میں ایسے محو ہوجاتے کہ نہ کھانے کے وقت کا خیال رہتا نہ کسی اور بات کا۔کبھی آبدیدہ ہوجاتے کبھی زاروقطار روتے اور کبھی بعض باتوں کو یاد کرکے ہنستے اور خوش ہوتے۔یہ عجیب پرکیف نظارہ ہوتا''۔

(رفقاء احمد جلد۴ صفحہ۱۸/۱اکتوبر۱۹۵۷ء)

اخلاص کا شاندار نمونہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ نے ۲۲/اگست ۱۹۴۱ءکو اپنے خطبہ جمعہ میں بعض عاشقان حضرت اقدس علیہ السلام کا ذکر خیر کیا۔چنانچہ آپ حضرت منشی اروڑے خان صاحب کی محبت کا احوال یوں بیان فرماتے ہیں:-

''مجھے وہ نظارہ نہیں بھولتا اور نہیں بھول سکتا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر ابھی چند ماہ ہی گذرے تھے کہ ایک دن باہر سے مجھے کسی نے آواز دے کر بلوایا اور خادمہ یا کسی بچہ نے بتایا کہ دروازے پر ایک آدمی کھڑا ہے اور وہ آپ کو بلا رہا ہے۔میں باہر نکلا تو منشی اروڑے خان صاحب مرحوم کھڑے تھے۔وہ بڑے پُرتپاک

سے آگے بڑھے مجھ سے مصافحہ کیا اور اس کے بعد انہوں نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے انہوں نے اپنی جیب سے دو یا تین پونڈ نکالے اور مجھے کہا کہ یہ اماں جان کو دے دیں اور یہ کہتے ہی ان پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ وہ چیخیں مار کر رونے لگ گئے اور ان کے رونے کی حالت اس قسم کی تھی کہ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے بکرے کو ذبح کیا جا رہا ہے۔ میں کچھ حیران سا رہ گیا کہ یہ رو کیوں رہے ہیں؟ مگر مَیں خاموش کھڑا رہا اور انتظار کرتا رہا کہ وہ خاموش ہوں تو ان سے رونے کی وجہ دریافت کروں۔ اس طرح وہ کئی منٹ تک روتے رہے۔..... جب ان کو ذرا صبر آیا تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ روئے کیوں ہیں؟ وہ کہنے لگے۔ میں غریب آدمی تھا مگر جب بھی مجھے چھٹی ملتی میں قادیان آنے کے لئے چل پڑتا تھا۔ سفر کا بہت سا حصہ پیدل ہی طے کرتا تھا تا کہ سلسلہ کی خدمت کے لئے کچھ پیسے بچ جائیں، مگر پھر بھی روپیہ ڈیڑھ روپیہ خرچ ہو جاتا۔ یہاں آکر جب میں امراء کو دیکھتا کہ وہ سلسلہ کی خدمت کے لئے بڑا روپیہ خرچ کر رہے ہیں تو میرے دل میں خیال آتا کہ کاش میرے پاس بھی روپیہ ہو اور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بجائے چاندی کا تحفہ لانے کے سونے کا تحفہ پیش کروں۔ آخر میری تنخواہ کچھ زیادہ ہوگئی (اس وقت ان کی تنخواہ شاید بیس پچیس روپے تک پہنچ گئی تھی) اور میں نے ہر مہینے کچھ رقم جمع کرنا شروع کردی اور میں نے اپنے دل میں یہ نیت کی کہ جب یہ رقم اس مقدار تک پہنچ جائے گی جو میں چاہتا ہوں تو میں اسے پونڈوں کی صورت میں تبدیل کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش کروں گا۔ پھر کہنے لگے جب میرے پاس ایک پونڈ کے برابر رقم جمع ہوگئی تو وہ رقم دے کر مَیں نے ایک پونڈ لے لیا۔ پھر دوسرے پونڈ کے لئے رقم جمع کرنی شروع کردی اور جب کچھ عرصہ کے بعد اس کے لئے رقم جمع ہوگئی تو دوسرا پونڈ لے لیا۔ اسی طرح میں آہستہ آہستہ کچھ رقم جمع کر کے انہیں پونڈوں کی صورت میں تبدیل کرتا رہا اور میرا منشاء یہ تھا کہ مَیں یہ پونڈ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کروں گا، مگر جب میرے دل کی آرزو پوری ہوگئی اور پونڈ میرے پاس جمع ہوگئے تو___ یہاں تک وہ پہنچے تھے کہ پھر ان پر رقت کی حالت طاری ہوگئی اور وہ رونے لگ گئے۔ آخر روتے روتے انہوں نے اس فقرہ کو اس طرح پورا کیا کہ جب پونڈ میرے پاس جمع ہوگئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات ہوگئی۔

یہ اخلاص کا کیسا شاندار نمونہ ہے کہ ایک شخص چندے بھی دیتا ہے، قربانیاں بھی کرتا ہے، مہینہ میں ایک دفعہ نہیں دو دفعہ نہیں بلکہ تین تین دفعہ جمعہ پڑھنے کے لئے قادیان پہنچ جاتا ہے، سلسلہ کے اخبار اور کتابیں بھی خریدتا ہے، ایک معمولی تنخواہ ہوتے ہوئے جبکہ آج اس تنخواہ سے بہت زیادہ تنخواہیں وصول کرنے والے اس قربانی کا دسواں بلکہ بیسواں حصہ بھی قربانی نہیں کرتے، اس کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ امیر لوگ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں سونا پیش کرتے ہیں تو میں ان سے پیچھے کیوں رہوں۔ چنانچہ وہ ایک نہایت ہی قلیل تنخواہ میں سے ماہوار کچھ رقم جمع کرتا اور ایک عرصہ دراز تک جمع کرتا رہتا ہے۔ نہ معلوم اس دوران اس نے اپنے گھر میں کیا کیا تنگیاں برداشت کی ہوں گی، کیا کیا تکلیفیں تھیں جو اس نے خوشی سے جھیلیں ہوں گی۔ محض اس لئے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں اشرفیاں پیش کر سکے، مگر جب اس کی خواہش کے پورا ہونے کا وقت آتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی حکمت اُس کو اس رنگ میں خوشی حاصل کرنے سے محروم کر دیتی ہے۔ جس رنگ میں وہ اسے دیکھنا چاہتا ہے۔ (الفضل ۲۸ اگست ۱۹۴۱ء)

جذبۂ عشق کی پرواز

صالح کراماتی اور عاشق صادق بزرگ حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحب کے جذبۂ عشق کا حال ان کی زبانی سنیئے۔فرماتے ہیں:۔

''۱۹۰۴ء میں جب کہ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ سیالکوٹ تشریف لائے تو ہم ضلع گجرات کے کچھ دوست بھی حضور قدس کی زیارت کے لئے سیالکوٹ پہنچے۔دوسرے دن حضور اقدس کے متعلق ہمیں معلوم ہوا کہ حضور میر حسام الدین صاحب کی (بیت) کے ملحقہ مکان میں قیام فرما ہیں اور بعض زائرین کی خاطر حضور (بیت) کے برآمدہ کی چھت پر تشریف لائیں گے۔چنانچہ حضور کے آنے سے پیشتر ہی باہر کے علاقوں کے زائرین (بیت) میں پہنچ گئے اور ہم بھی کبوتر انوالی (بیت) سے وہاں پہنچے،مگر اس وقت منتظمین نے لوگوں کے زیادہ ازدحام کی وجہ سے (بیت الذکر) کا دروازہ اندر سے بند کرلیا تھا۔ہم نے جس وقت دروازے کو اندر سے بند پایا تو بہت پریشان ہوئے اور برآمدہ کی پچھلی دیوار جو کہ کوچہ میں جنوب کی طرف تھی وہاں چلے گئے مگر اس طرف سے دیوار بہت اونچی تھی۔میرے ساتھ اس وقت چوہدری عبداللہ خان صاحب بہلولپوری بھی تھے ہم نے سوچا کہ اب کیا کیا جائے۔چوہدری صاحب نے کہا اس طرف سے چڑھنا تو سیڑھی کے بغیر مشکل ہے۔میں نے کہا ہم مسافروں کے پاس سیڑھی کہاں اب تو جذبۂ عشق کی پرواز ہی کام دے سکتی ہے۔چنانچہ میں نے اپنی لوئی چوہدری عبداللہ خان صاحب کو پکڑائی اور خود چند قدم پیچھے ہٹ کر زور سے اس دیوار پر جست کی تو میرا ہاتھ اس کی منڈیر پر جا پہنچا اور میں اوپر چڑھ گیا۔چوہدری صاحب نے جب یہ دیکھا تو کہنے لگے آپ نے تو جذبۂ عشق سے کام لے لیا ہے مگر میں کیا کروں میں نے کہا میں آپ کی طرف کپڑا لٹکاتا ہوں۔ آپ اس کا سرا پکڑلیں میں آپ کو اوپر کھینچ لوں گا۔چنانچہ اس کے بعد میں نے انہیں بھی اوپر کھینچ لیا اور ہم دونوں اوپر آگئے۔ میں نے اندر جاتے ہی جہاں حضور اقدسؑ نے کھڑے ہوکر تقریر فرمانی تھی وہاں اپنی لوئی بچھادی تاکہ وہ جگہ بھی نرم ہو جائے اور میری لوئی بھی حضور کے پائے مبارک کے طفیل متبرک ہوجائے۔اس کے بعد حضور تشریف لائے اور میری لوئی پر کھڑے ہوکر حضور نے تقریر فرمائی۔الحمدللہ علی ذالک''۔

(حیات قدسی حصہ دوم صفحہ ۴۶،۴۷)

اپنے اندر عشق پیدا کرو

آخر پر حضرت مصلح موعودنوراللہ مرقدہ کا ایک اقتباس پیش ہے،جس میں آپ نے اپنی جماعت کوعشق پیدا کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔آپ فرماتے ہیں:۔

''پس یہ وہ لوگ ہیں جن کے نقش قدم پر جماعت کے دوستوں کو چلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔کہنے والے کہیں گے کہ یہ شرک کی تعلیم دی جاتی ہے،یہ جنون کی تعلیم دی جاتی ہے،یہ پاگل پن کی تعلیم دی جاتی ہے،مگر حقیقت یہ ہے کہ پاگل وہی ہے جس نے اس راستہ کو نہیں پایا اور اس شخص سے عقلمند کوئی نہیں جس نے عشق کے ذریعہ خدا اور اس کے رسول کو پالیا اور جس نے محبت میں محو ہوکر اپنے آپ کو ان کے ساتھ وابستہ کرلیا۔اب اُسے خدا سے اور خدا کو اس سے کوئی چیز جدا نہیں کرسکتی کیونکہ عشق کی گرمی دونوں کو آپس میں اس طرح ملا دیتی ہے جس طرح ویلڈنگ کیا جاتا ہے اور دو چیزوں کو جوڑ کر آپس میں بالکل پیوست کردیا جاتا ہے مگر وہ جسے محض فلسفیانہ ایمان حاصل ہوتا ہے کہ ذرا گرمی لگے تو ٹوٹ جاتا ہے مگر جب ویلڈنگ ہوجاتا ہے تو وہ ایسا ہی ہوجاتا ہے جیسے کسی چیز کا جز ہو۔پس اپنے اندر عشق پیدا کرو اور وہ راہ اختیار کرو جو ان لوگوں نے کی''۔

(الفضل ۲۸ اگست ۱۹۴۱ء)

☆☆☆

تذکرۃ الشہادتین

(مکرم عبدالحق بدر صاحب)

ماہ مارچ میں خدام کے مطالعہ کے لئے تذکرۃ الشہادتین کتاب مقرر کی گئی ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ کتاب ۱۹۰۳ء کی تصنیف ہے جو روحانی خزائن جلد نمبر ۲۰ میں شامل ہے۔اس کے کل ۱۲۸ صفحات ہیں جن میں سے ۸۴ صفحات اردو میں اور باقی عربی زبان میں ہیں۔

خلاصہ مضامین

اس کتاب کا اردو حصہ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب رئیس اعظم خوست افغانستان اور ان کے شاگرد رشید حضرت میاں عبدالرحمن صاحب کی راہ مولیٰ میں قربانی کے واقعات پر مشتمل ہے۔حضرت صاحبزادہ صاحب نے حضرت قدس کی پیروی میں خدا کی خاطر جو قربانیاں کیں ان کی تعریف حضرت قدس مسیح موعودؑ یوں فرماتے ہیں:-

''میں کن الفاظ میں اس بزرگ مرحوم کی تعریف کروں جس نے اپنے مال اور آبرو اور جان کو میری پیروی میں یوں پھینک دیا کہ جس طرح کوئی ردی چیز پھینک دی جاتی ہے''۔

(روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۱۰ تذکرۃ الشہادتین)

اس کتاب میں حضور نے حضرت عیسٰیؑ سے اپنی سولہ مشابہتوں کا ذکر فرمایا ہے اور اپنی صداقت کے بہت سے دلائل بیان کرتے ہوئے فرمایا:-

''تم کوئی عیب، افترا یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے تا تم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افترا کا عادی ہے یہ بھی اس نے جھوٹ بولا ہوگا۔کون تم میں ہے جو میری سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کر سکتا ؟پس یہ خدا کا فضل ہے کہ جو اس نے ابتداء سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا اور سوچنے والوں کے لیے یہ دلیل ہے''۔

(روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۶۴)

آپ نے اپنی جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا:-

''اگر تم صدق اور ایمان پر قائم رہو گے تو فرشتے تمہیں تعلیم دیں گے اور آسمانی سکینت تم پر اترے گی اور روح القدس سے مدد دیئے جاؤ گے اور خدا ہر ایک قدم پر تمہارے ساتھ ہوگا اور کوئی تم پر غالب نہیں ہو سکے گا۔خدا کے فضل کی صبر سے انتظار کرو اور حتی المقدور بدی کے مقابلہ سے پرہیز کرو تا آسمان پر تمہاری قبولیت لکھی جاوے''۔

(روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۶۸)

کتاب میں مذکور مشکل الفاظ کے معنی

الفاظ	معنی
تذکرہ	ذکر
بتصریح	وضاحت کے ساتھ
صاعقہ	برق، بجلی
پروٹسٹنٹ	ایک عیسائی فرقہ
رطب ویابس	تر و خشک۔محاورۃً اچھا برا
اخوند	استاد، معلم
سنگسار کرنا	پتھر مار مار کر مار دینا
مشوّش کرنا	پریشان کرنا، تشویش میں ڈالنا
پشتیبان	مددگار، سہارا دینے والا
نیش زنی	ڈنک مارنا

• •

جلسہ سالانہ اور آب خورے

(مکرم پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب)

ہم نے جس بستی میں آنکھ کھولی وہ عجیب بستی تھی۔ آبادی تھوڑی تھی مگر مہمانوں کا آنا جانا بہت تھا۔ جاپان کے اوساکا شہر کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ اسکی آبادی دن میں ایک کروڑ اور رات میں پانچ لاکھ ہوتی ہے یعنی اس شہر کی دن کی آبادی میں کمیوٹرز یعنی عارضی طور پر سفر کر کے آنے والوں میں اور مستقل قیام کرنے والوں میں ایک اور بیس کا تناسب ہوتا ہے۔ لوگ تیز رفتار گاڑیوں سے آتے اور اپنا اپنا کام کر کے اپنے اپنے مستقر پر واپس چلے جاتے ہیں۔ ہم جس بستی کا ذکر کر رہے ہیں اس میں لوگوں کا آنا جانا بھی اسی حساب سے ہوتا تھا۔ مہمانوں اور مقیموں میں ایک اور بیس کا تناسب تھا۔ وہاں یہ تناسب سال بھر قائم رہتا تھا۔ سال کے آخری مہینے میں تو مہمانوں کا وہ اژدحام ہوتا کہ سکونت کی سہولتیں ہر سال کم پڑ جاتیں اور مکینوں کو وسیع مکانوں کا اہتمام کرنا پڑتا۔ وجہ یہ تھی اس بستی میں سال کے سال ایک سالانہ جلسہ ہوتا تھا جس میں لوگ دور دور سے شرکت کے لئے آتے تھے۔ دسمبر کا مہینہ پنجاب میں خاصی سردیوں کا مہینہ ہوتا ہے۔ اس لئے مہمان آتے تو اپنا اپنا بستر ہمراہ لے کر آتے۔ جلسہ کے منتظمین ان کے سونے لیٹنے کے لئے پرالی کا فرش بچھا دیتے اور وہ رات کو چین کی نیند سوتے۔ چھوٹے بڑے فرشِ زمین پر مگن ہو کر سوتے۔ کھانے کے لئے بھی برتن کہاں سے آتے۔ منتظمین مٹی کے عارضی برتن بنوا رکھتے، پیالے جن میں سالن ڈالا جاتا اور آب خورے جن میں پانی پیا جاتا۔ مدتوں بعد یورپ میں ایک یورپی بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے ایک چیز سینت سنبھال کر رکھی ہوئی تھی۔ کہنے لگے ایک نادر چیز دکھاؤں؟ تبرک ہے۔ دیکھا تو مٹی کا ایک آب خورہ تھا۔ کہنے لگے جب میں پہلی بار جلسہ پر ۱۹۴۴ء میں گیا تھا تو نشانی اور تبرک کے لئے لے آیا تھا۔ ہم نے بھی اس آب خورہ کو اٹھایا اور اس میں سے وطن کی مٹی کی خوشبو آئی۔ اگرچہ وقت گذرنے کے ساتھ اس میں پانی پیتے ہوئے وہ ٹھنڈک اور تازگی محسوس نہ ہوئی جو وہاں جلسہ کے آبخوروں سے مخصوص تھی مگر یہی کیا کم تھا کہ وطن کی مٹی تھی اور جانے اس ارضِ مقدس کے کس ''حسن کوزہ گر'' نے اس کو بنایا تھا۔ بعض چیزیں کس طرح نایاب ہو جاتی ہیں اور ان کی قدر و قیمت وقت گذرنے کے بعد متعین ہوتی ہے۔ آب خورے تو عارضی ضرورت کے تحت بنائے جاتے تھے لیکن اس یورپین دوست کی عقیدت نے اس عارضی چیز کو ایک دوام دے دیا۔ چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی چھوٹی نہیں رہتیں بڑی ہو جاتی ہیں۔ ہمیں یاد ہے جلسہ ختم ہو جاتا تو ہم بچے ان آبخوروں کو اٹھا اٹھا کر زمین پر پٹختے اور ان سے کھیلتے پھرتے تھے کیونکہ ہم جانتے تھے کہ ان کا مصرف ختم ہو چکا۔ اب اگلے برس نئے آب خورے بنیں گے۔

ہمیں بچپن ہی سے جلسہ سالانہ کے موقع پر مہمانوں کی خدمت کی توفیق ملتی رہی۔ چھوٹے تھے تو صرف پانی پلانے کی خدمت ملتی اس لئے جلسہ سالانہ کے ساتھ ہمارا تعلق آبخوروں کی وجہ سے قائم تھا۔ ذرا بڑے ہوئے تو کھانا پیش کرنے کی خدمت ملنے لگی۔ پیش کیا کرنا ہوتا تھا؟ یہ تھا کہ

بالٹی میں سالن اٹھا کر زمین پر بیٹھے ہوئے مہمانوں کی قطار تک پہنچتے اور باری باری ہر ایک کے مٹی کے پیالے میں سالن یا دال جو کچھ بھی ہوتا وہ حسب رسدی ڈالتے جاتے۔ ختم ہو جاتا اور مزید کی ضرورت ہوتی مہمان پیار سے آواز دیتے کہ بیٹا سالن چاہیے۔ اس خدمت میں اتنا لطف آتا کہ اب تک اس خدمت کو ترستے ہیں۔ روٹیاں تنوروں میں پکتیں اور مہمانوں تک گرما گرم پہنچائی جاتیں۔ لنگر خانہ سے مہمانوں کی فرودگاہوں تک انہیں کیسے لایا جاتا تھا۔ ہمیں اس بارہ میں اتنا ہی پتا ہے کہ ٹوکروں کے ٹوکرے خدام سروں پر اٹھا کر لاتے اور فرودگاہوں کے پاس لا کر رکھ دیتے۔ وہاں سے ہم لوگ جو خوردسال تھے روٹیاں اٹھا اٹھا کر اندر تہہ در تہہ لگا دیتے اور کھانے کے وقت مہمانوں میں تقسیم کرتے۔ کچھ بچے روٹی تقسیم کرتے کچھ سالن۔ جو بہت چھوٹے ہوتے انہیں پانی پلانے کی ڈیوٹی سونپی جاتی۔

جلسہ سالانہ سے بہت پہلے محلوں میں انتظامات شروع ہو جاتے کہ کون کتنے مہمانوں کو اپنے گھر میں ٹھہرا سکتا ہے؟ لوگ بڑے اخلاص کے ساتھ مہمانوں کے لئے اپنے گھروں کو پیش کرتے اور مرکزی تنظیم والوں کو مطلع کر دیتے کہ ہمارے ہاں اتنے کمرے ہیں اور ہم ان کمروں میں سے اتنے کمرے مہمانوں کی خدمت کے لئے پیش کر سکتے ہیں۔ ہمارے اپنے گھر کا عالم یہ تھا کہ ایک بڑا کمرہ تھا اور ایک چھوٹا سا کوٹھڑی نما کمرہ۔ ساتھ میں ایک چھپر سا تھا جسے باورچی خانہ کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ بعد میں سڑک کے رخ ایک کمرہ اور بن گیا تھا۔ جسے ہم لوگ بیٹھک کہتے تھے۔ اس میں ہمارے چچا رفیق حیات کی لکھی ہوئی ایک وصلی الیس اللہ بکاف عبدہ۔ تقسیم ملک اور ہماری نقل مکانی کے بعد تک پڑی تھی۔ اس اڑھائی کمرے والے مکان میں اللہ کے فضل سے ہم، ہمارے امی ابا، ہمارے پھوپھا پھوپھی، بھائی جان محمد احمد۔ ہمارے دادا اور دادی سب کی سمائی رہتی تھی۔ جلسہ کے لئے سب لوگ ایک بڑے کمرہ میں سمٹ جاتے۔ بیٹھک ان مہمانوں کے لئے وقف کر دی جاتی جو جماعت کے انتظام کے تحت ہمارے ہاں قیام کے لئے آتے تھے۔ ہمیں یاد ہے مرزا عبدالرحیم بیگ صاحب کا خاندان ہمارا مہمان ہوتا تھا۔ پھر بابا برکت علی صاحب برما والے بھی آتے رہے۔ یہ مہمان ان مہمانوں کے علاوہ ہوتے تھے جو جلسہ کے موقع پر چنگا بنگیال اور راولپنڈی کے اور علاقوں سے ہمارے ہاں تشریف لاتے۔ بھائی فیض عالم چنگوی، بھائی ہدایت اللہ بنگوی یہ سب لوگ اپنے اپنے خاندانوں سمیت آتے اور جلسہ کے دنوں میں خوب رونق رہتی۔ جلسہ گاہ ہمارے گھر سے بالکل قریب پڑتی تھی۔ تعلیم الاسلام کالج کے میدان میں۔ اینٹوں سے عارضی سٹیڈیم سا بنایا جاتا اور تھوڑے تھوڑے فاصلے پر دو دو تین سیڑھیوں والے پشتے بنائے جاتے اور ان پر لکڑی کے بڑے بڑے شہتیر رکھ کر بیٹھنے کی جگہ بنا دی جاتی وہ زمانہ تھا کہ لاؤڈ سپیکر نئے نئے آئے تھے۔ اس لئے ان کا انتظام بھی ہوتا تھا مگر جلسہ گاہ اس طرح بنائی جاتی تھی کہ لاؤڈ سپیکر کے بغیر بھی آواز سب لوگوں تک پہنچ جائے۔ اس زمانہ میں پچاس ساٹھ ہزار آدمیوں تک آواز پہنچانا بڑا کارنامہ سمجھا جاتا تھا اب وہ دن آ گئے ہیں کہ پانچوں براعظموں میں بیک وقت امام کی آواز نشر ہوتی اور پہنچتی ہے۔

اوپر جن بابا جی برکت علی برمی کا ذکر ہوا یہ برما کے رہنے والے تھے اور ہمارے ابا جب برما میں مبلغ تھے تو ان کی تبلیغ سے احمدی ہوئے تھے۔ ابا جی بتایا کرتے تھے کہ میں ان سے بہتیرا کہتا کہ امام مہدی کے آنے کے تمام نشان ظاہر ہو چکے

توکل کا مینار

(میر انجم پرویز)

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ کی ساری زندگی خدا تعالیٰ پر کامل یقین اور توکل کی آئینہ دار ہے۔ آپؐ نے توکل تام کا ایسا عظیم الشان نمونہ دکھایا کہ دنیا کی تاریخ میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ آپؐ کی پاکیزہ سیرت میں توکل علی اللہ کے بہت سارے واقعات ملتے ہیں۔

آئیے! آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ میں سے چند ایسے نظارے کرتے ہیں جو آپؐ کے عظیم روحانی مقام اور توکلِ تام کے غماز ہیں۔

اب مجھ سے تجھے کون بچا سکتا ہے

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ ذات الرقاع کا واقعہ ہے کہ ایک دن ہم ایک جگہ سایہ دار درختوں کے پاس پہنچے اور وہاں آرام کرنے کا فیصلہ ہوا۔ ہم نے آنحضرتؐ کے آرام کے لیے ایک سایہ دار درخت منتخب کیا۔ آپ آرام فرما رہے تھے کہ اچانک ایک مشرک وہاں آپہنچا۔ آپؐ کی تلوار درخت سے لٹک رہی تھی اور آپ سوئے ہوئے تھے۔

اس نے تلوار سونت لی اور آنحضرتؐ کو جگا کر کہنے لگا۔ تم مجھ سے ڈرتے نہیں؟ آنحضورؐ نے جواب دیا۔ ''نہیں''

اس پر اُس نے کہا۔ مجھ سے تجھے کون بچا سکتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ ''اللہ تعالیٰ''۔ آنحضورؐ کے اس جواب کا اُس کافر پر ایسا رعب پڑا کہ تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ حضورؐ نے تلوار اُٹھائی اور فرمایا۔ اب مجھ سے تجھے کون بچا سکتا ہے؟ اس پر وہ بدحواس ہو کر گھبرا گیا اور کہنے لگا۔ آپ درگذر فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ اس نے جواب دیا۔ میں یہ تو نہیں مانتا لیکن آپؐ سے عہد کرتا ہوں کہ آئندہ آپؐ سے کبھی نہیں لڑوں گا اور نہ اُن لوگوں کے ساتھ شامل ہوں گا جو آپ سے لڑتے ہیں۔ آپؐ نے اسے آزاد فرما دیا اور وہ اپنے ساتھیوں سے جاملا اور ان کو بتایا کہ میں ایک ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں جو دنیا میں سب سے بہتر ہے۔

(بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ ذات الرقاع)

اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رات کے وقت آنحضرتؐ کی حفاظت کی غرض سے پہرہ لگا کرتا تھا۔ حضورؐ پر جب وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے بُرے ارادوں سے تمہیں محفوظ رکھے گا) کی وحی نازل ہوئی تو حضورؐ نے اُس رات خیمہ سے باہر جھانکا اور فرمایا۔ اب تم لوگ جا سکتے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود میری حفاظت کی ذمہ داری لے لی ہے۔

(ترمذی ابواب التفسیر تفسیر سورۃ المائدۃ)

ہمارے ساتھ تیسرا اللہ ہے

حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول کریمؐ کے ساتھ غار میں تھا۔ میں نے اپنا سر اُٹھا کر نظر کی تو تعاقب کرنے والوں کے پاؤں دیکھے۔ اس پر میں نے رسول کریمؐ سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اگر کوئی نظر نیچی کرے گا تو ہمیں دیکھ

مگر ان کی تسلی نہیں ہوتی تھی۔ وہ ہر نشان کو ظاہر میں پورا ہوتا دیکھنا چاہتے تھے کہ ہاتھ اور کان گز گز بھر کے ہو جائیں گے جو کچھ انہوں نے اپنے علماء سے سنا ہوا تھا انہیں یہ صورت ظاہر نظر نہیں آتا تھا۔ ابا کہتے ہیں ایک بار وہ رنگون سے کوئی دو تین سو میل کے فاصلہ پر واقع کسی شہر غالباً مانڈلے گئے۔ ابا جی کو اللہ تعالیٰ نے تدبیر سجھائی۔ آپ نے انہیں فون کیا اور کہا بابا جی میں رنگون سے بات کر رہا ہوں اور صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آپ کے کان اتنے لمبے ہو گئے ہیں کہ آپ تین سو میل سے میری بات سن رہے ہیں۔ اتنا کہہ کر فون بند کر دیا۔ بابا جی نے واپس آتے ہی ابا جی کو بلا بھیجا اور بیعت کر لی۔ یہ بڑا مخلص خاندان تھا پھر تو ان کے بیٹے محمود صاحب ہماری ایک منہ بولی بہن آپا عزیزہ سے بیاہے گئے۔ (یہ آپا عزیزہ عزیزم مبارک احمد عابد صاحب کی خوش دامنہ ہیں) بابا جی برکت علی برمی کا خاندان جلسہ کے ناطے سے ہمارے ساتھ متعارف ہوا۔ اسی طرح مرزا عبدالرحیم بیگ صاحب کا خاندان اسی ناطہ سے ہمارا مہمان ہوا۔ ان کے قبلہ والد صاحب غالباً عبدالحکیم ان کا اسم گرامی تھا۔ پہلی بار جلسہ کے انتظام کے تحت ہمارے ہاں قیام کے لئے تشریف لائے تھے۔ مہمانداری کا وہ سلسلہ عمر بھر کی شناسائی اور دوستی میں بدل گیا۔ ربوہ میں بھی بھائی مرزا عبدالرحیم بیگ صاحب شروع شروع میں ہمارے ہاں ہی قیام فرما رہے۔ یہ برکتیں جلسہ کے ساتھ مختص تھیں۔ اب دوسرے ممالک میں ان کا ایک ادنیٰ سا نمونہ تو نظر آ جاتا ہے مگر وہ رونقیں کہاں سے لوٹ کر آئیں؟ ہر ملک میں جلسہ ہونے لگتا ہے تو وہاں امیر دوستوں سے کہتے ہیں کہ باہر سے آنے والے مہمانوں کے لئے اپنے اپنے مکانوں میں جگہ پیش کریں۔ لوگ کرتے ہوں گے اس طرح نئی اخوتیں اور نئے تعلقات جنم لیتے ہوں گے جو پہلے سے موجود احمدیت کے رشتہ میں مزید استواری کا موجب بنتے ہوں گے۔

اب تو جماعت اللہ کے فضل سے اتنی بڑھ گئی ہے کہ ہر ملک میں ایک ایک خاندان کے کئی کئی جاننے والے اس ملک کے مرکز میں موجود ہوتے ہیں مگر دو چار برس قبل جرمنی میں جو نظارہ دیکھنے میں آیا وہ بھی عجیب نظارہ تھا۔ کم و بیش پچاس ہزار آدمی جلسہ پر پہنچے ہوئے تھے۔ فرینکفرٹ اور من ہائم اور ہائیڈل برگ کی اپنی آبادی تو اسقدر نہیں کہ اتنے مہمانوں کو فرودگاہیں فراہم کر سکتی مگر لوگ سما گئے اور کوئی دقت ہوئی تو ہوئی کم از کم رہائش کی کوئی دقت نہیں ہوئی۔ نہ کھانا فراہم کرنے میں دشواری ہوئی۔ ہم نے ایک جرمن دوست کو بتایا کہ مہمان داری کی روایت ہماری جماعت کی دیرینہ روایت ہے وہ کہنے لگے روایت اپنی جگہ زمینی حقائق اپنی جگہ آخر اتنے لوگوں کی سمائی گھروں میں کہاں سے ہوگئی ہوگی؟ وہ جرمنی گئے تو واپس آکر بتایا کہ انہوں نے وہاں کئی ایسے لوگوں سے گفتگو کی جن کے گھروں میں اجنبی احمدی مہمان ٹھہرائے گئے تھے۔ اور ان خاندانوں نے بطیب خاطر ان کی مہمان داری کا فریضہ سرانجام دیا۔ ہماری بستی تو خیر چھوٹی تھی ٹرانسپورٹ کا کوئی مسئلہ نہیں مگر ان ملکوں میں تو ٹرانسپورٹ کا مسئلہ بڑا مسئلہ ہے۔ جرمنی میں جلسہ گاہ من ہائم کی مارکیٹ میں منتقل ہے جو فرینکفرٹ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ مرکز فرینکفرٹ ہے مگر لوگ دور دراز سے وہاں وقت پر پہنچتے ہیں (اگرچہ ہم جیسے کوتاہ قدم لوگ بعض تقریریں سننا چاہیں تو دیر سے پہنچنے کا بہانہ کر سکتے ہیں۔ کہاں کی کوتاہ قدمی۔ ہم نے جان بوجھ کر اپنے عزیز دوست اور

شاگرد عبید اللہ باجوہ کی جلسہ کی تقریر کا وقت رستہ میں گذر ادیا تھا اور کہہ دیا تھا رستہ میں دیر ہوگئی۔ خوئے بدر ابہانہ بسیار۔) جو لوگ جلسہ پر پہنچ جاتے ہیں ان کو پھر سارا وقت وہیں گذارنا ہوتا ہے۔ اس لئے منتظمین کو دن بھر کی مصروفیت کا اہتمام رکھنا پڑتا ہے۔ جلسہ سنا، کھانا کھایا، نمازیں پڑھیں، دوستوں بزرگوں سے میل ملاقات کی کہ سال بھر کے بعد دوستوں کے یکجا ہونے کا موقع بھی ایک بار ہی آتا ہے۔ لندن میں بھی یہی عالم ہے کہاں مرکز اور کہاں ٹلفورڈ۔ اسلام آباد۔ غالباً اتنا ہی فاصلہ ہے۔ ہم نے پہلی بار یہ جگہ دیکھی تو بھیڑوں کا گلہ وہاں چر رہا تھا۔ اب مسیح محمدی کی بھیڑیں وہاں تھیں۔ وسیع عریض خیموں میں سارا انتظام تھا۔ بچری کی لمبی لمبی بیرکوں میں مہمان ٹھہرے ہوئے تھے۔ اسلم صابر سے ملاقات ہوئی ہم نے بہتیرا چاہا اسے بہلا پھسلا کر اپنے ساتھ لندن لے جائیں مگر وہ کہنے لگا جلسہ کی بیرکوں میں ٹھہرنے کا جو مزہ ہے وہ گھر کے آرام میں کہاں؟ اس لئے ہماری خواہش کے باوجود راضی نہ ہوا۔ جلسہ کے بعد البتہ ہم اسے لندن کے گلی کوچوں میں لئے لئے پھرے اور ہم تو اتنا ہی کر سکتے تھے کیونکہ ہم خود سویڈن سے مہمان کے طور پر گئے تھے۔ امریکہ کا جلسہ دیکھا۔ وہی عالم تھا۔ لنگر جاری تھا۔ لوگوں کی رہائش البتہ ہوٹلوں میں تھی۔ ہم تو فد اصاحب کے ہاں متمکن تھے مگر باقی دوستوں سے جس سے پوچھا اس نے یہی کہا کہ فلاں ہوٹل میں ہوں فلاں ہوٹل میں ہوں۔ دراصل واشنگٹن میں (بیت الذکر) کے آس پاس رہنے والے اتنے احمدی لوگ ہیں ہی نہیں جو اپنے مکان پیش کر سکیں اگر دور دور ہی ٹھہرنا ہے تو کیوں نہ قریب کے ہوٹلوں میں ڈیرہ لگایا جائے اور اس میں جماعت اپنا حصہ ادا کرتی تھی تا کہ جماعت کی میزبانی کا فرض ادا ہوتا رہے۔ ہمیں وثوق سے تو علم نہیں غالباً ہوٹل والے بھی جلسہ کے مہمانوں کے لئے خصوصی رعایت کا اعلان کرتے ہیں۔ اپنی جماعت کا خط دکھائیے وہ آپ کو رعایتی نرخ پر رہائش مہیا کریں گے۔ دور کی ریاستوں سے آنے والے یہی کرتے ہیں اور اسی میں آسائش بھی ہے۔ کینیڈا میں بھی ہم نے دیکھا لوگ گھروں میں ٹھہرتے ہیں مگر جو لوگ دور نہ ٹھہرنا چاہیں وہ ہوٹلوں میں جگہ بنا لیتے ہیں۔ اب کے جلسہ انٹرنیشنل سینٹر میں تھا جو احمدی لوگوں کی رہائش گاہوں سے دور ایک جگہ ہے۔ اس کے قریب قریب ٹھہرنے کی جگہ ملنی مشکل تھی۔ ہمارے دوست مرزا انس احمد بھی کوئی ایک گھنٹہ کی مسافت پر اپنی بیٹی کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے البتہ ڈاکٹر عنایت اللہ منگلا قریب کے ایک ہوٹل میں تھے مبادا دیر ہو جائے اور جلسہ کی تقریر کا موقع ہاتھ سے نکل جائے۔ انتظامات خوب تھے بلکہ لوگ باگ اس جلسہ گاہ پر اتنے خوش ہوئے کہ بیک آواز امیر صاحب سے کہا کہ اگلے برس بھی یہی جگہ ریزرو کروالیں۔ گرمی سے آسائش رہتی ہے اور دیگر ضروریات بھی بطریق احسن مہیا ہیں۔ یہ سب کچھ ہے مگر ہم سوچتے ہیں یہ لوگ کھانا کھلانے کے لئے جو کاغذ کے گلاس اور پلیٹیں مہیا کرتے ہیں ان میں اور ہمارے آب خوروں اور پیالوں میں کتنا فرق ہے۔ کاغذ میں مٹی کی خوشبو تو نہیں پیدا ہو سکتی؟ ہمیں ہمارے آب خورے ہی یاد آتے رہے اور جس جلسہ پر جائیں وہاں انہیں کو یاد کرتے ہیں۔ مٹی کی کشش ہے یا جلسہ کی برکت ہے کیا ہے؟ آپ جو چاہیں علاج درد کرتے رہیں۔ ہم پروانوں کو وہی نسخہ پرانا چاہیے۔

☆☆☆

مجلس عرفان

جنّوں کی حقیقت

ایک خاتون کے جنوں کے متعلق سوال کے جواب میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فرمایا:-

''قرآن کریم میں جنوں کے وجود کا ذکر ہے تو وہ ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ نہیں ہیں لیکن جنوں پر ایمان لانے کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں۔ بعض وجود ہیں جو ایمانیات میں داخل ہیں مثلاً ملائکہ ہیں ان پر ایمان کا ذکر ملتا ہے لیکن جنوں پر ایمان کا قرآن کریم میں ذکر نہیں ملتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جنوں سے ایسا تعلق قائم نہ کریں کہ ان کی باتیں مانی جارہی ہیں، ان سے محبت کے مراسم پیدا ہورہے ہیں بلکہ دنیا میں بہت سارے وجود ہیں، پہاڑ ہیں، دریا ہیں، آپ ان کو مانتی ہیں۔ اسی طرح سمجھ لیں کہ جن بھی کوئی مخلوق ہوگی لیکن وہ جن بہرحال نہیں ہے جو مولوی قابو کرلیتا ہے۔ جس سے دل رام کئے جاتے ہیں اور ان کی طرف بہت سی ایسی حرکتیں منسوب کی جاتی ہیں جن کا شرعاً کوئی جواز ہی نہیں ہے۔ قرآن کریم میں ایسے جن کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ قرآن کریم میں جنّات کی جو قسمیں بیان ہوئیں ان میں بیکٹیریا بھی شامل ہیں، ان میں بڑے لوگوں کو بھی جن کہا گیا ہے، ان میں چھوٹے لوگوں کو ''الناس'' اور بڑے لوگوں کو ''جن'' قرار دے کر انہی اصطلاحوں میں پیشگوئی کی گئی ہے کہ آئندہ زمانہ میں (Capitalist) سرمایہ دار اور عوامی طاقتیں الگ الگ ہوجائیں گی۔ پھر ان لوگوں کو بھی جن کہا گیا ہے جو عوام الناس سے نہیں ملتے اور الگ ہوجاتے ہیں۔ سوسائٹی سے کٹ جاتے ہیں۔ پردہ دار عورتوں کو بھی جن کہا گیا ہے اور مخلوقات بیکٹیریا (جراثیم) کے علاوہ عربی اصطلاح میں سانپ کو بھی جن کہا گیا ہے۔ چنانچہ ان معنوں میں عورتوں کا الگ ہونا بڑائی اور احترام کے لئے ہے۔ جس طرح بڑے لوگ اپنی عورتوں کو غیر اسلامی سوسائٹی میں بھی پردہ کراتے ہیں۔ Royal Family (شاہی خاندان) میں بھی ایک خاص انداز کی جالی استعمال کی جاتی ہے جو احترام کا نشان ہوتی ہے۔ اگر اس میں تذلیل ہوتی تو آزاد سوسائٹیوں میں گھٹیا عورتوں سے پردہ کرایا جاتا اور رائل فیملی کی عورتیں بے پردہ پھرتیں، لیکن یہاں معاملہ الٹ ہے۔ رائل فیملی کی عورتیں پردہ میں پھر رہی ہیں اور عام عورتیں بغیر پردہ کے۔ یہ بتانا مقصود ہے کہ پردہ عزت و احترام کے خیال سے ہے۔ اس لئے عورتوں کو جو جن کہا تو معزز جن مراد ہیں، بُرے معنوں میں نہیں۔ غرض عربی اصطلاح میں جن کے معنی ہیں مخفی مخلوقات، سانپ یا بلوں میں رہنے والی مخلوق، پہاڑی قومیں جو عام طور پر میدانوں میں بسنے والوں سے الگ رہتی ہیں، ایسی قومیں جن میں اشتعال پایا جاتا ہے اور بغاوت کی روح پائی جاتی ہے، ایسی قومیں جو بڑی قوی ہیں اور بڑی شدید ہیں۔ جن میں جفاکشی کے مادے پائے جائیں، جن کہلاتی ہیں۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو جن جنوں پر فتح دی گئی تھی قرآن کریم سے ثابت ہے کہ وہ اسی قسم کی قومیں تھیں۔ پس قرآن کریم میں جن کے جتنے معنے ہیں وہ سب درست ہیں لیکن جب عام طور پر معاشرہ میں جن کا سوال ہوتا ہے تو چونکہ اس سے مراد وہ جن ہوتا ہے جن کا قرآن کریم میں کوئی ذکر نہیں ملتا صرف مولوی کے تصور کی ایجاد ہے اس لئے ہم اس قسم کے جن کو نہیں مانتے۔

(''مجالس عرفان'' صفحہ ۱۲۹۔ شائع کردہ لجنہ اماء اللہ۔ کراچی)

☆ ☆ ☆

اَنْتَ الشَّیْخُ الْمَسِیْحُ الَّذِیْ لَایُضَاعُ وَقْتُہٗ

ان صبحوں کی کہانی جن پر صبح بنارس فدا ہوئی اور ان شاموں کی کتھا جن سے شام اودھ نے رنگ چرایا

(مکرمہ عطیہ یحییٰ صاحبہ ۔ ربوہ)

لال قلعہ دہلی اور میں

دسمبر کی اس خنکی میں شام اور رات کی سیاہیاں ایک دوسرے کو چھوتی تھیں۔ میں دہلی کے لال قلعے میں بیٹھی تھی ایک ہجوم میرے سامنے تھا۔ سب ساکت وخاموش، قلعہ اپنی کہانی کہتا تھا۔ روشنیوں اور آوازوں کے جلوہ میں۔ دیوانِ عام وخاص کی کہانی، فاتح ومفتوح کے قصے، عروج وزوال کے فسانے، رلاتا تھا اور رلاتا تھا۔ ہجوم اٹھ کر جا چکا تھا اور میں سوچتی تھی۔

محل سرائے وقت

مجھے مسیح پاک کی مبارک زندگی کا حال دریافت کرنا ہے کون مجھے یہ کہانی سنائے گا؟ میں تھی اور قلعہ کے بام ودر، پھر یوں لگا کہ وہ سرگوشیاں کرتے ہیں۔ وہ سرگوشیاں ذرا جو بلند ہوئیں تو میں نے جانا، وہ کہہ رہے تھے جو منظر تمہیں دیکھنا ہے اور دکھانا ہے اس کے واسطے محل سرائے وقت کا رخ کرو۔ میں نے چاہا کہ دریافت کروں وہ محل سرا کہاں ہے؟ لیکن وہاں کوئی نہ تھا۔ میں تھی اور دیوان عام وخاص کے سناٹے۔ پھر یوں ہوا کہ میں تھی ایک ہجوم تھا اور وقت کا محل سرا۔ ہم اس میں داخل ہوئے تو عجیب عالم تھا۔ کہیں مغنی گا رہا ہے۔ وقت کی ہر شے غلام۔ وقت کے صبح اور شام۔ کہیں کوئی شکوہ کر رہا ہے کہ ہم جسے گنگنا نہیں سکتے، وقت نے وہ گیت کیوں گایا۔ جن گھڑیوں میں کوئی مرادیاب ہوا تو وہ اس وقت کو سعد ٹھہراتا ہے اور کہیں جو تمنائیں اور خواہشیں حسرتوں کا روپ دھار لیں تو ایام کو نحس ٹھہرایا جاتا ہے۔ کسی نے میرا ہاتھ تھاما ڈیوڑھیوں، دالانوں، روشوں سے گزارتا ہوا ایک دیوان خاص میں لے جا کھڑا کیا۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبارک زندگی کا احوال ہے۔ اس زندگی کا جس کے بارے میں آپ نے خود فرمایا تھا۔

بہار آئی ہے اس وقت خزاں میں
لگے ہیں پھول میرے بوستاں میں

یہ خوشبو سے مہکتے پل ہیں، روشن ساعتیں ہیں، بہار کی گھڑیاں، صبحیں ایسی کہ صبح بنارس ان پر فدا ہو جائے اور شامیں ایسی کہ شام اودھ ان سے رنگ چرائے۔ میرے فیصلہ کا ریشم الجھتا ہے کہ کیا دیکھوں کیا سنوں اور کیا دکھاؤں۔ لمحوں نے میرے شانے پر دستک دی اور کہا ہمارے تعاقب میں چلے آؤ۔ میں شانت ہو کر ان کے پیچھے ہو لیتی ہوں۔ آپ بھی میرے ساتھ چلیے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب بیان فرماتے ہیں:-

”قبل از بعثت کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ ایک بڑے افسر یا رئیس نے ہمارے دادا صاحب سے پوچھا کہ سنتا ہوں کہ آپ کا ایک چھوٹا لڑکا بھی ہے مگر ہم نے اسے کبھی دیکھا نہیں۔ دادا صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ہاں میرا ایک چھوٹا لڑکا ہے مگر وہ تازہ شادی شدہ دلہنوں کی طرح کم ہی

نظر آتا ہے۔ اگر اسے دیکھنا ہو تو (بیت الذکر) کے کسی گوشے میں جا کر دیکھ لیں۔ یہ تو مسیح ہے اکثر (بیت الذکر) میں ہی رہتا ہے اور دنیا کے کاموں میں اسے کوئی دلچسپی نہیں''۔

یہ سیالکوٹ ہے جہاں آپ اپنے والد صاحب کے حکم پر بغرض ملازمت مقیم ہیں۔ وہ حجرہ جہاں آپ کی رہائش ہے اکثر اس کا دروازہ بند رہتا ہے۔ متلاشی و متجسس آنکھ وہ جھری ڈھونڈ لیتی ہے کہ جہاں سے وہ اس راز سے پردہ اٹھا سکے کہ یہ شخص بند کمرہ میں کیا کرتا ہے۔ فقیہ شہر کا اس آنکھ کے متعلق کیا فتویٰ ہے یہ اس سے پوچھیے میں تو اس کے ساتھ مل کر یہ منظر دیکھتی ہوں اور دکھارہی ہوں۔ بند کمرے میں میرا تمہارا ہم سب کا پیارا مسیح اس حال میں ہے کہ اشک رواں ہیں اور کلام الٰہی کی تلاوت ہو رہی ہے۔ ایک اور منظر اس سے متصل کر کے دکھایا جاتا ہے۔ آپ پالکی میں بیٹھ کر بٹالہ تشریف لے جا رہے ہیں۔ سفر قریباً پانچ گھنٹہ کا ہے۔ قادیان سے نکلتے ہی اپنی حمائل شریف کھول لی اور سورہ فاتحہ کو پڑھنا شروع کیا اور برابر پانچ گھنٹے اسی سورت کو اس استغراق کے ساتھ پڑھتے ہیں کہ گویا وہ ایک وسیع سمندر ہے جس کی گہرائیوں میں آپ اپنے ازلی محبوب کی محبت و رحمت کے موتیوں کی تلاش میں غوطے لگا رہے ہیں۔ یہ خدا کے اس بزرگ مسیح کا ذکر ہے جس کے متعلق اس کے آقا و محبوب حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ تُجْمَعُ لَہٗ الصَّلٰوۃُ کہ اس کی مصروفیات اس قدر ہوں گی کہ نمازیں اس کے لئے جمع کی جائیں گی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کو میں حیرت سے دیکھتی ہوں۔ وقت مسکرا رہا ہے اور کتاب وقت پر لکھا جاتا ہے۔ خدا کا ایک الہام

''تیرے کام تیری نمازوں سے افضل ہیں''

میرا ہاتھ تھام کر وقت مجھے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے چرنوں میں لے آیا۔ آپ فرما رہے ہیں۔ اردو زبان میں ایک لفظ معمور الاوقات ہے جو ایسے شخص کے متعلق بولا جاتا ہے جس کا سارا وقت کسی نہ کسی مفید کام میں لگا ہوا ہو اور کوئی وقت بیکاری میں نہ گذرے۔ یہ لفظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اپنی پوری وسعت اور پوری شان کے ساتھ چسپاں ہوتا ہے۔ جس وقت سے کہ آپ نے خدا کے حکم کے ماتحت ماموریت کے میدان میں قدم رکھا اس وقت سے لے کر یوم وفات تک آپ کی زندگی کا ہر لمحہ اس سپاہی کی طرح گزرا جسے کسی عظیم الشان قومی خطرے کے وقت میں کسی نہایت نازک مقام پر بطور نگران مقرر کیا گیا ہو اور اس کی چوکسی یا غفلت پر قوم و ملک کی زندگی اور موت کا انحصار ہو۔ یہ تشبیہ قطعاً کسی مبالغہ کی حامل نہیں بلکہ حق یہ ہے کہ یہ تشبیہ اس حالت کا صحیح صحیح نقشہ کھینچنے سے قاصر ہے جو ہر دیکھنے والے کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں نظر آتا ہے۔ آپ کی زندگی گویا ایک مقابلہ کی دوڑ تھی۔ اسی کے انہماک میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کھانا اور سونا تک بھول جاتے تھے اور ایسے موقعوں پر آپ کو کھانے کے متعلق بار بار یاد کرا کے احساس پیدا کرانا پڑتا تھا۔ کئی مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ تصنیف کے کام میں آپ نے ساری ساری رات خرچ کر دی اور ایک منٹ کے لئے بھی آرام نہیں کیا۔ اس قسم کے واقعات شاذ کے طور پر نہیں تھے بلکہ کام کے زور کے ایام میں کثرت کے ساتھ پیش آتے رہتے تھے اور دیکھنے والے حیران ہوتے تھے کہ آپ کی خلقت میں کس مٹی کا خمیر ہے کہ فرائض منصبی کی ادائیگی میں اپنے نفس کے ہر آرام کو فراموش کر رکھا ہے۔ وقت سے کی تار پر ایک عجب دھن چھیڑتا ہے وہ یقین کیجیے تھم گیا ہے ٹھہر گیا ہے۔ چرخ فلک پلٹ کر دیکھتی ہے۔ آپ بھی سنیے۔ سے کے مغنی نے حکیم کا یہ شعر

گنگنایا ہے۔

ظرف آئینہ کہاں اور تیرا حسن کہاں
ہم تیرے چہرے سے آئینہ سنوارا کرتے

آئینہ وقت مسیح موعود علیہ السلام کے چہرہ زندگی سے خود کو سنوار رہا ہے۔ وہ بے خود دیوانہ ہو رہا ہے اور منظریوں ابھرا ہے۔ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب بیان کرتے ہیں کہ جن ایام میں حضرت گورداسپور مقدمات کی پیروی کے لئے قیام پذیر تھے۔ ایک روز مولوی یار محمد صاحب قادیان سے گورداسپور پہنچے اور انہوں نے حضرت اماں جان کی علالت کی خبر دی۔ مفتی فضل الرحمن صاحب کے پاس ایک گھوڑا تھا اور وہ اپنا گھوڑا لے کر گورداسپور رہا کرتے تھے تا اگر ضروری کام پیش آ جائے تو فوراً سوار ہو کر روانہ ہوں۔ مفتی صاحب کہتے ہیں کہ میں سویا ہوا تھا اور خواب میں دیکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میرے پاؤں ہلا رہے ہیں میں جلدی میں اٹھا ہوں اور اپنی پگڑی تلاش کرتا ہوں۔ وہ یہ خواب دیکھ رہے تھے کہ یکا یک انہوں نے محسوس کیا کہ کوئی شخص پاؤں ہلا رہا ہے۔ انہوں نے زور سے آواز دی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا میاں فضل الرحمن اٹھو جلدی کام ہے۔ یہ گھبرا کر اٹھے اور انگیٹھی پر اپنی پگڑی تلاش کرنے لگے۔ اندھیرا تھا حضرت نے پوچھا کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ پگڑی تلاش کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میری پگڑی باندھ لو۔ والدہ محمود بیمار ہیں۔ تم فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر جاؤ۔ میں خط لکھتا ہوں اور ان کے قلم سے جواب لکھا کر لاؤ۔ مفتی صاحب کہتے ہیں کہ میں نے اٹھ کر گھوڑے کے آگے دانہ رکھ دیا اور تیار ہو گیا۔ حضرت نے خط ختم کیا تو مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے فجر کی اذان دی۔ میں سوار ہو کر چلا آیا اور یہ حیرت انگیز امر ہے میں نہیں جانتا میرے لئے زمین کس طرح سمٹ گئی میں قادیان پہنچا تو نماز ہو رہی تھی۔ میں نے گھوڑے کو دروازے کے ساتھ کھڑا کیا اور اوپر جا کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضرت اماں جان خود ہی تشریف لائیں اور میں نے واقعہ عرض کیا اور خط دے کر کہا کہ اس کے لفافے پر ہی جلدی حضور کو اپنی خیریت کی خبر لکھ دیں۔ چنانچہ حضرت اماں جان نے ایسا ہی کیا اور میں فوراً روانہ ہو گیا اور میں نہیں جانتا کہ کیا ہوا کہ میرا گھوڑا پرواز کرتا ہوا جا رہا تھا۔ جب گورداسپور پہنچا تو نماز ختم ہوئی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ تم ابھی گئے نہیں؟ میں نے عرض کیا کہ جواب لے آیا ہوں یہ کہہ کر وہ لفافہ پیش کر دیا۔ آپ ہنستے رہے اور فرمایا کوئی اس کو کیا سمجھے گا۔ مگر یہ معجزہ ہے۔

میں دم بخود ہوں۔ ایک قافلہ رواں دواں ہے یگانا جاتا ہے۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
...... سے ملا جب مجھ کو پایا

گورداسپور سے قادیان کے فاصلے ہی نہیں سمٹے، اس مسیح پاک کو ایسی برکت دی گئی ہے کہ تیرہ سو سال کے فاصلے طے ہو گئے ہیں۔ خدائے بزرگ و برتر نے حضرت محمد مصطفی ﷺ کے اس عاشق صادق کے ذریعہ پھر (رفقاء) کی ایک جماعت قائم کی ہے۔ حضرت مولانا نورالدین صاحب، حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی، حضرت مولانا شیر علی صاحب، حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب کس کس کا نام لوں اور کس کا آئندہ کے لئے اٹھا رکھوں۔

ان سارے مناظر کو دیکھنے کے لئے جو مہلت میرے پاس تھی وہ ختم ہو رہی ہے۔ میں سوچتی ہوں ۸۵ سے

زائد تصنیفات، ہزارہا مکتوبات، وہ مجالس احباب کے ساتھ..... کیا کروں؟۔ ان کا حال کیسے دریافت کروں؟۔ میں حیران و پریشان ہوں مگر سے کو اس سے کیا وہ اپنی مرضی سے جو چاہتا ہے مجھے دکھلا رہا ہے۔ ایک تحریر ہے جو آب زر سے لکھی گئی ہے۔ لیکن یہ کیا؟ یہ تحریر بول رہی ہے۔ ہاں یہ سلطان القلم حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف لطیف کشتی نوح کی ایک تحریر ہے جس کا حرف حرف بولتا ہے۔

"ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا ہے اور ہر ایک خوب صورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے۔ جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں؟ کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں؟ کس دف سے بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا ایک خدا ہے تا لوگ سن لیں اور کس دوا سے علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں"۔

منظر بدلتا ہے کروڑہا سعید روحیں حضرت طاہر کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس خدا کی طرف سفر شروع کر رہی ہیں جو ہمارا بہشت ہے۔ میں بے اختیار پکار اٹھتی ہوں۔

انت الشیخ المسیح الذی لا یضاع وقتہ۔

سے موتی اچھالتا ہے

میں وقت کو کہتی ہوں اس سے پہلے کہ ہم ایک دوسرے کو الوداع کہیں۔ ایک جھلک ان گھڑیوں کی جو میرے من مندر میں گھنٹیوں سی بجا کرتی ہیں۔ سے نے کہا لو، اور موتی اچھال دیئے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے اس کا نقش چشم دید واقعہ کی بناء پر کھینچا ہے فرماتے ہیں۔ بعض اوقات دوا پوچھنے والی گنواری عورتیں دستک دیتی ہیں اور اپنی سادہ گنواری زبان میں کہتی ہیں۔ میرجاجی بوا کھولو تاں۔ حضرت اس طرح اٹھتے ہیں جیسے مُطاع ذیشان کا حکم آیا ہے اور کشادہ پیشانی سے باتیں اور دوا بتاتے ہیں۔ ہمارے ملک میں وقت کی قدر پڑھی ہوئی جماعت کو بھی نہیں تو پھر گنوار اور بھی وقت کے ضائع کرنے والے ہیں۔ ایک عورت بے غرض بات چیت کرنے لگ گئی ہے اور اپنے گھر کا رونا اور ساس نند کا گلہ شروع کر دیا ہے اور گھنٹہ بھر اسی میں ضائع کر دیا ہے۔ آپ وقار اور تحمل سے بیٹھے سن رہے ہیں۔ زبان سے یا اشارہ سے اس کو کہتے نہیں کہ بس اب جاؤ دوا پوچھ لی۔ اب کیا کام ہے ہمارا وقت ضائع ہوتا ہے۔ وہ خود ہی گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوتی ہے اور مکان کو اپنی ہوا سے پاک کرتی ہے۔ ایک دفعہ بہت سی گنوار عورتیں بچوں کو لے کر دکھانے آئیں۔ اتنے میں اندر سے بھی چند خدمت گار عورتیں شربت شیرہ کے لئے برتن ہاتھوں میں لیے آنکلیں اور آپ کو دینی ضرورت کے لیے ایک بڑا اہم مضمون لکھنا تھا اور جلد لکھنا تھا میں بھی اتفاقاً جا نکلا کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت کمر بستہ اور مستعد کھڑے ہیں جیسے کوئی یورپین اپنی دنیوی ڈیوٹی پر چست اور ہوشیار کھڑا ہوتا ہے اور پانچ چھ صندوق کھول رکھے ہیں اور چھوٹی چھوٹی شیشیوں اور بوتلوں میں سے کسی کو کچھ اور کسی کو عرق دے رہے ہیں۔ کوئی تین گھنٹہ تک یہ بازار لگا رہا۔ فراغت کے بعد میں نے عرض کیا حضرت یہ تو بڑی زحمت کا کام ہے

اور اس طرح بہت سا قیمتی وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ اللہ اللہ کس نشاط اور طمانیت سے مجھے جواب دیتے ہیں کہ یہ بھی تو ویسا ہی دینی کام ہے۔ یہ مسکین لوگ ہیں یہاں کوئی ہسپتال نہیں۔ میں ان لوگوں کی خاطر ہر طرح کی انگریزی اور یونانی دوائیں منگوا کر رکھا کرتا ہوں۔ جو وقت پر کام آ جاتی ہیں اور فرمایا یہ بڑے ثواب کا کام ہے۔ مومن کو ان کاموں میں سست اور بے پرواہ نہ ہونا چاہیے۔

اِنَّ لَکَ فِی النَّھَارِ سَبۡحًا طَوِیۡلًا

ہم دلچسپی اور حسرت سے یہ سب دیکھتا تھا پھر اس نے کہا اس منظر کو کوئی نام دو؟ میں نے قلم ہاتھ میں لیا اور لکھا اِنَّ لَکَ فِی النَّھَارِ سَبۡحًا طَوِیۡلًا حضرت قدس علیہ السلام کا ایک الہام کہ تیرے لیے دن میں اور بہت سے دینی مشاغل ہیں۔ ہم نے کہا مجھے تو یہ کہانیاں قیامت تک کہنی ہیں اور سننے والوں کو سُننی ہیں۔ ہاں تمہیں اب جانا ہے سو یاد رکھو کہ یہ زندگی جس کے کچھ گوشے تمہارے سامنے نمایاں ہوئے اس آیت کا مصداق ہیں۔

قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ تُو کہہ دے کہ میری نمازیں میری قربانیاں اور میری زندگی اور میری موت سب کا سب اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ جانتے ہو جب یہ وجود دنیا سے رخصت ہونے کو تھا تو کیا حال تھا؟ تب یہ اپنے محبوب کے قدموں میں نچھاور کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ پھول چن لینا چاہتا تھا اور رفتار پہلے سے سوا تھی اور فرماتے تھے۔ میرا تو یہ حال ہے کہ پاخانہ پیشاب پر بھی مجھے افسوس ہوتا ہے کہ اتنا وقت ضائع ہو جاتا ہے کہ یہ بھی کسی دینی کام میں لگ جاوے۔ میں نے ہم سے کہا اب مسیح ہم میں نہیں رہے اس نے کہا خلافت احمدیہ تو ہے اور منظر یوں ابھرا ہے:

ایک برطانوی اخبار مشہور شخصیات کے انٹرویو اس عنوان کے تحت شائع کرتا ہے کہ

A day in the life of ......

اس اخبار کا ایک رپورٹر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے آپ کے شب و روز کی تفصیلات جاننا چاہتا ہے اور پھر اخبار اس انٹرویو کو یوں شائع کرتا ہے۔

A life in the day of Hazrat Mirza Tahir Ahmed Sahib.

میرا دل اس یقین سے بھر جاتا ہے کہ اَنۡتَ الشَّیۡخُ الۡمَسِیۡحُ الَّذِیۡ لَا یُضَاعُ وَقۡتُہٗ ۔ منظر سمٹ رہا ہے اور کتاب وقت یوں بند ہوئی ہے کہ فضاء میں ایک تحریر ابھرتی ہے۔ پڑھنے والا اسے پڑھتا ہے۔ یہ مسیح پاک کی تحریر ہے۔

چاہیے کہ ہر صبح تمہارے لیے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لیے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔

سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ اللھم صل علی محمد و ال محمد۔

☆☆☆

تقریب شادی

مکرم ظہور الٰہی توقیر صاحب مربی سلسلہ (نائب مہتمم اصلاح وارشاد خدام الاحمدیہ پاکستان) ابن مکرم منور احمد طارق صاحب کی شادی مورخہ 17 جنوری 2003ء اوکاڑہ میں ہمراہ مکرمہ امۃ الاسلام صاحبہ بنت مکرم محمد ارشد خالد صاحب منعقد ہوئی۔ 19 جنوری کو دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا گیا۔ جس کے اختتام پر مکرم مبشر احمد صاحب کاہلوں ناظر اصلاح وارشاد مقامی نے دعا کروائی۔

......دیئے ہم فقیروں کے جلتے رہے

"لاتقنطوا"

قسط دوم

حضرت مصلح موعود کے مباہلے

(مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب نائب صدر اول)

علماء دیوبند و فرنگی محل (۱۸ جنوری ۱۹۱۸ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے خواجہ حسن نظامی کی دعوت مباہلہ کے موقعہ پر علماء دیوبند اور علماء فرنگی محل کو بھی دعوت مباہلہ دی تھی کہ اگر وہ میری اس دعوت کو قبول کرلیں تو میں صرف ان کی تحریر پر ہی ان سے مباہلہ کرنے کو تیار ہوں اور اس کے علاوہ اور کوئی شرط بھی نہیں لگاتا جو خواجہ حسن نظامی کے ساتھ مباہلہ میں عائد کی گئی تھیں۔ (الفضل ۱۸ جنوری ۱۹۱۸ء)

اس کے بعد حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل اور خواجہ غلام نبی صاحب نے علماء کو توجہ دلائی کہ آپ اس دیے ہوئے چیلنج کو قبول کیوں نہیں کرتے؟ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ علماء ''وفد نجران'' کی طرح آثار مباہلہ سے اچھی طرح واقف تھے اس لئے ان میں اتنی ہمت نہ ہوئی کہ یہ دعوت قبول کرتے چنانچہ وہ اس امر میں خاموش رہے۔

(تاریخ احمدیت جلد ۵ صفحہ ۴۴۹)

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں:

روزنامہ الفضل ۱۸/ جنوری ۱۹۱۸ء ۲۱/ اکتوبر ۱۹۱۹ء ۲/ فروری ۱۹۲۴ء و تاریخ احمدیت جلد پنجم

سید محمد شریف امیر اہلحدیث (جولائی ۱۹۳۱)

گھڑیالہ ضلع لاہور میں ایک شخص محمد شریف، جن کا دعویٰ تھا کہ پنجاب کے اہلحدیث کا ایک حصہ ان کے ساتھ ہے، نے وسط ۱۹۳۱ء میں حضور کو مباہلہ کا چیلنج دیا اور خود ہی تاریخ مباہلہ ۱۲ جولائی اور مقام مباہلہ عید گاہ امرتسر مقرر کردی۔ حضور نے یہ دعوت ملتے ہی اس دعوت کو تو منظور فرمالیا اور ۶ جولائی ۱۹۳۱ء کو اس کا جواب بھی شائع کردیا لیکن دو باتوں پر آپ نے اتفاق نہیں کیا وہ یہ کہ خود ہی تاریخ مقرر کردی اور دوسرا یہ کہ مقام مباہلہ بھی بغیر پوچھے ہی مقرر کیا گیا ہے۔ لہذا آپ نے تجویز دی کہ فریقین کے دو نمائندے بیٹھ کر مقام اور تاریخ مباہلہ کا فیصلہ کرلیں اور اس کے بعد ہمیں مباہلہ منظور ہے حضور نے اس مباہلہ کی تجویز کچھ اس طرح پیش فرمائیں۔

۱۔ دعوت مباہلہ منظور ہے۔

۲۔ مباہلہ محمد شریف صاحب کی خواہش کے مطابق وفات مسیح اور مرزا صاحب کی صداقت پر ہوگا۔

۳۔ مباہلہ کے لئے فریقین اپنے ساتھ ایک ایک ہزار مزید افراد شامل کریں گے (پانچ سو بھی ہوسکتے ہیں)

۴۔ مباہلہ سے پہلے دو گھنٹے کی ایک تقریر ہوگی تاکہ اتمام حجت ہوسکے۔

۵۔ مباہلہ کی میعاد ایک سال ہوگی۔

۶۔ مقام و تاریخ مباہلہ کا فیصلہ فریقین کی رضامندی سے ہوگا۔

جماعت احمدیہ کی طرف سے حضرت مولوی فضل دین صاحب اور حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کو نمائندہ بنایا گیا۔ اس طریق کار کو دیکھ کر سید صاحب نے اس سے گریز کرنا شروع کیا۔ چنانچہ پہلے ہی مرحلہ پر اڑ گئے کہ نہ تو اتمام حجت کی ضرورت ہے اور نہ ہزار یا پانچ سو افراد کی اور نہ ہی یہ شرائط قرآن وحدیث کے مطابق ہیں۔ حضور نے ۱۸ جولائی ۱۹۳۱ء کو الفضل میں تفصیل سے ان کی باتوں کا جواب دیا لیکن سید صاحب نہیں مانے آپ نے تیسری مرتبہ ۳۱ مارچ ۱۹۳۲ء کو اُن کو للکارا اور دعوت دی کہ ''ایسے اعلیٰ موقعہ کو

لے گا۔ آپؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔ اے ابوبکر! تم کیا سمجھتے ہو کہ ہم دو ہیں؟ ہمارے ساتھ تیسرا اللہ ہے۔

(بخاری کتاب المناقب باب المہاجرین)

حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:۔

"اللہ اللہ کیا توکل ہے۔ دشمن سر پر کھڑا ہے اور اتنا نزدیک ہے کہ ذرا آنکھ نیچی کرے اور دیکھ لے لیکن آپؐ کو خدا تعالیٰ پر ایسا یقین ہے کہ باوجود سب اسباب مخالف کے جمع ہو جانے کے آپ یہی فرماتے ہیں کہ یہ کیوں کر ہو سکتا ہے؟ خدا تو ہمارے ساتھ ہے پھر وہ کیوں کر دیکھ سکتے ہیں؟ (سیرۃ النبی ﷺ صفحہ ۴۹)

جب تو ارادہ کرلے تو اللہ پر توکل کر

آنحضرتؐ نے جنگ اُحد کے وقت الٰہی منشاء کے مطابق صحابہؓ سے مشورہ فرمایا کہ مدینہ کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے یا مدینہ سے باہر نکل کر؟ نوجوان صحابہؓ نے جوش اخلاص میں مدینہ سے باہر نکل کر لڑنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ آنحضورؐ نے کثرت رائے کو قبول فرماتے ہوئے ہتھیار پہن لیے۔ اب نوجوان صحابہؓ کو اپنی غلطی کا احساس ہو چکا تھا اور انہوں نے اس فیصلے کو واپس لینے کی درخواست کی، لیکن آنحضرتؐ نے فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ (یعنی جب تو کسی کام کا ارادہ کر لے تو پھر خدا پر توکل کرتے ہوئے اسے پورا کر) کے تحت فرمایا:۔

"نبی ہتھیار پہن کر اُتارا نہیں کرتا"۔

(سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۶)

غم نہ کر — خدا ہمارے ساتھ ہے

ہجرت مدینہ کے وقت جبکہ سارا عرب آنحضرتؐ کا مخالف اور خون کا پیاسا تھا قریش نے یہ اعلان کیا ہوا تھا کہ جو شخص بھی آپ ﷺ کو پکڑ کر لائے گا اُس کو دو سو اونٹ بطور انعام دیے جائیں گے۔ اُس وقت آپؐ صرف ایک ساتھی کو ہمراہ لے کر اپنے خدا پر بھروسہ کیے ہوئے مدینہ کی طرف چل پڑے۔

سراقہ بن جعشم لالچ اور دشمنی سے دیوانہ ہو کر آپ کا پیچھا کر رہا تھا۔ تیر کمان اس کے پاس تھا تا کہ آپؐ پر اس سے وار کر سکے۔ چنانچہ جب اُس نے آپؐ کو دیکھا تو فوراً اپنا گھوڑا آپؐ کی طرف بڑھایا۔ وہ آپؐ کے اس قدر قریب آ گیا کہ آپؐ کی تلاوت کی آواز سن رہا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ باوجود خدا پر یقین اور توکل کے رسول اللہؐ کی محبت کی وجہ سے بار بار سراقہ کی طرف مڑ کر دیکھتے تھے لیکن رسول کریمؐ نے اُس کی ذرہ پروا نہ کی اور ایک دفعہ بھی مڑ کر نہ دیکھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے رسول کریمؐ سے سراقہ کے بارہ میں عرض کی تو آپؐ نے فرمایا:۔

"غم نہ کر۔ خدا ہمارے ساتھ ہے"۔

(بخاری کتاب المناقب باب مناقب المہاجرین)

صرف خدا پر توکل کرنے والا وجود

"مسیلمہ (کذاب) رسول کریمؐ کی زندگی میں ایک لشکر جرار لے کر آپؐ کے پاس مدینہ میں آیا اور آپؐ سے اس بات کی درخواست کی کہ اگر آپ اسے اپنے بعد خلیفہ بنا لیں تو وہ اپنی جماعت سمیت آپؐ کی اتباع اختیار کر لے گا اور اسلام کی حالت چاہتی تھی کہ آپؐ اس ذریعہ کو اختیار کر لیتے اور اس کی مدد سے فائدہ اٹھا لیتے لیکن جس پاک وجود کو خدا تعالیٰ پر بھروسہ اور توکل تھا اور وہ انسانی منصوبوں کی ذرہ بھر بھی پروا نہ کر سکتا تھا۔ آپؐ نے اس کی درخواست کو فوراً رد کر دیا"۔

(بخاری کتاب المناقب بحوالہ سیرت النبی از حضرت مصلح موعود)

☆☆☆☆☆☆

ہاتھ سے نہ جانے دیں اور اپنے مریدوں کو اس ثواب سے محروم نہ کریں'' مگر امیر جماعت اہلحدیث پر ان غیرت دلانے والے الفاظ کا بھی کچھ اثر نہ ہوا اور آخر دم تک میدان میں آنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ (تاریخ احمدیت جلد ششم)

عبدالکریم مستری/اخبارِ مباہلہ (جون ۱۹۲۹ء)

دسمبر ۱۹۲۸ء میں ایک اندرونی فتنہ نے جنم لیا جو جماعت کی تاریخ میں ''مستریوں کا فتنہ'' کے نام سے مشہور ہوا۔ ان لوگوں نے (جن کا بانی عبدالکریم نامی ایک شخص تھا) ایک طرف تو حضرت خلیفۃ المسیح پر اقدام قتل کا مقدمہ دائر کر دیا اور دوسری طرف قادیان سے ہی ''مباہلہ'' نامی ایک اخبار نکالنا شروع کیا جس میں آپ کی ذات بابرکات پر شرمناک اور ظالمانہ حملے کئے جاتے تھے۔ اس اخبار کے جواب میں حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری نے ''جواب مباہلہ'' کے نام سے ٹریکٹوں کا ایک سلسلہ شروع کیا جس میں حضور نے اپنا ایک مضمون شائع کیا۔ اس میں ان لوگوں کو دعوت مباہلہ بھی دی گئی۔ کیونکہ ان لوگوں نے حضور پر اتہامات لگائے تھے اور ساتھ یہ اصرار بھی تھا کہ اگر یہ الزامات درست نہیں تو آپ ہمارے ساتھ مباہلہ کرلیں اس کا جواب دیتے ہوئے حضور نے تحریر فرمایا کہ:-

''اس قسم کے امور کے لئے جن کے متعلق حدود مقرر ہیں اور گواہی کے خاص طریق مذکور ہیں۔ مباہلہ چھوڑ کر قسم بھی جائز نہیں...... مجھے یہ کامل یقین ہے کہ ایسے امور کے متعلق مباہلہ کا مطالبہ کرنا یا ایسے مطالبہ کو منظور کرنا ہرگز درست نہیں بلکہ شریعت کی ہتک ہے اور میں ہر مذہبی جماعت کے لیڈروں یا مقتدر اصحاب سے جو اس امر کا انکار کریں مباہلہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اگر مولوی صاحب (محمد علی صاحب) یا اُن کے ساتھی جو ''مباہلہ'' کی اشاعت میں یا اس قسم کے اشتہارات کی اشاعت میں حصہ لے رہے ہیں مجھ سے متفق نہیں اور ان کا یقین ہے کہ جو شخص ایسے مطالبہ کو منظور نہیں کرتا وہ گویا اپنے جرم کا ثبوت دیتا ہے تو ان کو چاہیے کہ اس امر پر مجھ سے مباہلہ کرلیں پھر اللہ تعالیٰ حق و باطل میں خود فرق کر دیگا'' (اخبار جواب مباہلہ نمبر ا صفحہ ۱۵ جون ۱۹۲۹ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے مستری عبدالکریم کی اس دعوت مباہلہ کو تو قبول نہ کیا کیونکہ وہ خلاف شرع تھی، البتہ ان لوگوں پر اتمام حجت کے لئے انہیں اپنی خلافت کے متعلق دعوت مباہلہ دی۔ چنانچہ فرمایا:-

''میں اُس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور جس کے ہاتھ میں جزا اور سزا اور ذلت اور عزت ہے کہ مَیں اس کا مقررہ کردہ خلیفہ ہوں اور جو لوگ میرے مقابل پر کھڑے ہیں اور مجھ سے مباہلہ کا مطالبہ کرتے ہیں وہ اس کی مرضی اور اس کے قانون کے خلاف کام کر رہے ہیں اگر مَیں اس امر میں دھوکے سے کام لیتا ہوں تو اے خدا! تو اپنے نشان کے ساتھ صداقت کا اظہار فرما۔ اب جس شخص کو دعویٰ ہو کہ وہ اس رنگ میں میرے مقابل پر آنے میں حق بجانب ہے وہ بھی قسم کھالے اللہ تعالیٰ خود فیصلہ کر دے گا''

(رسالہ ''جواب مباہلہ'' صفحہ ۱۹۔ ۱۹ جون ۱۹۲۹ء بحوالہ غلبہ حق صفحہ ۳۰۲)

لیکن مذکورہ بالا دونوں مباہلے کسی کو قبول کرنے کی جرأت نہ ہوئی اور ان لوگوں کو خدا کے پیارے کو تنگ کرنے کی سزا اور مباہلے کی ذلت اس طرح نصیب ہوئی کہ پہلے تو قادیان کی مقدس بستی کو خود ہی چھوڑ کر چلے گئے اور بٹالہ میں مقیم ہو گئے۔ لیکن ''مَالَهُ مِنْ قَرَارٍ'' کے مصداق وہاں سے اُٹھے اور امرتسر آگئے اور آخر کار حکومت وقت نے حکومت کے خلاف کام کرنے کے جرم میں ان کے سرکردہ لوگوں کو گرفتار کر لیا اور ان کے یہ اخبار وغیرہ بند ہو گئے۔

(تاریخ احمدیت جلد ۶ صفحہ ۲۰۶)

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں:

۱۔اخبار جواب مباہلہ ۲۔ تاریخ احمدیت جلد ۶

۳۔الفضل ۱۲ جون ۱۹۳۰ء ۴۔ خطبہ حق از قاضی محمد نذیر صاحب

مجلس احرار (۱۹۳۵ء)

۱۹۳۴ء میں تو ایک مرتبہ احرار اور اس کے حواری جماعت احمدیہ کے ساتھ ٹکر لے کر منہ کی کھا چکے تھے اور اس کے بعد جو ذلت و رسوائی ان کو نصیب ہوئی اس کا اندازہ تاریخ پڑھنے والے طالب علم کو بخوبی ہو جاتا ہے۔لیکن ۱۹۳۵ء میں احرار نے عوام اور بالخصوص مسلمانوں میں دوبارہ مقبولیت حاصل کرنے کے لئے ایک بار پھر جماعت احمدیہ کو ہدف ستم بنالیا اور اپنے اس مقصد کے حصول کی خاطر بہتان تراشی کا ایک نیا سلسلہ شروع کیا اور دو الزامات کی بطور خاص تشہیر کی:-

۱۔ایک الزام یہ لگایا کہ احمدی رسول کریم کی ہتک کرتے ہیں۔

۲۔اور دوسرا الزام یہ کہ ان کے نزدیک قادیان کی بستی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے افضل ہے چنانچہ ان کے ایک لیڈر نے یہ بھی کہا کہ ”اگر خانہ کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے تو مرزائی لوگ اس کی کوئی پرواہ نہیں کریں گے بلکہ خوش ہوں گے“۔

اس کے جواب میں حضور نے ۳۰/اگست ۱۹۳۵ء کو ایک پُر جلال خطبہ دیا جس میں آپ نے نہ صرف سختی سے اس کذب و افتراء کی تردید کی بلکہ اُن کو اس امر میں مباہلہ کا چیلنج بھی دیا۔ (ملاحظہ ہو الفضل ۳ ستمبر ۱۹۳۵ء)

اس میں حضور نے ان الزامات پر فیصلہ کرنے کے دو طریق پیش فرمائے۔

پہلا طریق یہ کہ ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں میں سے کم از کم ایک ہزار آدمی لئے جائیں اور وہ اپنی اپنی مقدس کتب کو ہاتھ میں لے کر مؤکد بعذاب قسم کھا کر یہ کہیں کہ احمدی عام مسلمانوں سے رسول کریم کی عزت و عظمت کے متعلق زیادہ جوش رکھتے ہیں یا کم۔

دوسرا طریق یہ ہے کہ ان مخالفین میں سے وہ علماء جنہوں نے سلسلہ احمدیہ کی کتب کا مطالعہ کیا ہوا ہو، پانچسو یا ہزار میدان میں نکلیں ہم میں سے بھی اتنے ہی میدان میں آئیں گے دونوں مباہلہ کریں اور دُعا کریں کہ وہ فریق جو حق پر نہیں خدا تعالیٰ اُسے اپنے عذاب سے ہلاک کرے۔خانہ کعبہ کے متعلق فرمایا کہ:-

”خانہ کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بجانا تو الگ رہی۔ہم تو یہ بھی پسند نہیں کر سکتے کہ خانہ کعبہ کی کسی اینٹ کو کوئی شخص بدنیتی سے اپنی انگلی بھی لگائے اور ہمارے مکانات کھڑے رہیں ...... بے شک ہمیں قادیان محبوب ہے اور بے شک ہم قادیان کی حفاظت کے لئے ہر ممکن قربانی کے لئے تیار ہیں مگر خدا شاہد ہے خانہ کعبہ ہمیں قادیان سے بدرجہا زیادہ محبوب ہے“۔ (الفضل ۳ ستمبر ۱۹۳۵ء)

خانہ کعبہ کی حرمت و عظمت کے فیصلہ کے لئے بھی آپ نے ان معاندین کو مباہلہ کی دعوت دی اور ان دو مباہلوں کے لئے مندرجہ ذیل شرائط اور طریق کار مقرر فرمایا:-

۱۔ مقام مباہلہ لاہور یا گورداسپور۔جہاں وہ پسند کریں ہوگا۔

۲۔ احرار کے سرکردہ لیڈر مظہر علی اظہر، چوہدری افضل حق، مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری، مولوی داؤد غزنوی اور مولوی حبیب الرحمٰن ضرور شامل ہوں۔

۳۔ فریقین کی طرف سے پانچسو یا ایک ہزار افراد مباہلہ میں شامل ہوں۔

۴۔ اس مباہلہ میں تقریریں نہیں ہوں گی کیونکہ یہاں واقعات

کی بات ہے لہذا پندرہ منٹ میں ہم اپنا عقیدہ بیان کریں گے اور اتنے ہی وقت میں وہ جو چاہیں کہہ لیں۔

۵۔ حضور نے اپنی طرف سے مکرم شیخ بشیر احمد صاحب اور مکرم چوہدری اسد اللہ خان صاحب اور مکرم مولوی غلام احمد صاحب فاضل کو اپنا نمائندہ مقرر فرمایا کہ احرار سے ضروری امور پر تصفیہ کر لیں اور تصفیہ شرائط کے پندرہ روز بعد مباہلہ ہو جائے۔

مجلس احرار کو کیا علم تھا کہ اُن کا لگایا ہوا الزام ذلت و رسوائی کا طوق بن کر اُن کے ہی گلے میں پڑے گا جب یہ چیلنج اُن تک پہنچا تو ''نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن''۔ اب حیلے بہانے سے موت کے اس پیالے کو ہٹانے لگے لیکن بہانے ایسے تلاش کئے کہ ''باعزت'' طور پر فرار ہو سکیں مگر افسوس ان کی حالتِ زار پر کہ یہ بہانے ان کی رسوائی میں تو اضافہ کا باعث بن گئے لیکن رہائی میں کچھ مدد نہ کر سکے۔ پہلے تو یہ اعتراض کیا کہ امام جماعت خود مباہلہ میں شامل نہیں۔ اس کا جواب حضور نے دیا کہ:-

''مباہلہ میں شامل ہونے والا وجود میرا ہوگا اور سب سے پہلا مخاطب میں اس دعوت مباہلہ کا اپنے آپ کو ہی سمجھتا ہوں''۔ (الفضل ۲/۱ اکتوبر ۱۹۳۵ء)

پھر انہوں نے ایک اور بہانہ تراشا کہ مباہلہ قادیان میں کیوں نہیں کرواتے؟

اس پر حضور نے جواب دیا کہ اگر آپ کو قادیان میں مباہلہ کرنے کا شوق ہے تو بڑی خوشی سے آئیے ہم آپ کی مہمانداری کریں گے، آپ کو کھانا کھلائیں گے اور پھر آپ سے مباہلہ بھی کریں گے۔

پھر یہ مطالبہ کیا کہ ہم تو مسیح موعود علیہ السلام کی وہ تحریرات بھی پڑھیں گے جن سے ہتک رسول ثابت ہوتی ہے۔ آپ نے اس کی بھی اجازت دے دی کہ تحریرات صرف مسیح موعودؑ کی ہوں گی اور جتنا وقت آپ لوگ لیں گے اتنا پھر ہمیں بھی دیں گے کہ اس کا جواب دے سکیں یا وضاحت کر سکیں اور کوئی بہانہ نہ رہا تو ایک تیسرے مباہلہ کی درخواست کر دی۔ کہنے لگے کہ ہم مرزا صاحب کی صداقت پر بھی مباہلہ کریں گے۔

حضور نے بخوشی اس کو قبول فرمایا اور کہا کہ:-

''حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کوئی ایسی چیز نہیں جس پر مباہلہ کرنے سے ہمیں گریز ہو ہم آپ کی صداقت پر جہاں وہ چاہیں قسم کھانے کو تیار ہیں.....''

لیکن اس کے لئے پانچسو افراد لانے کی شرط عائد کی اور ساتھ ہی فرما دیا کہ:-

''میں احرار کو پھر ایک دفعہ توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس پیالہ کو ٹالنے کی کوشش نہ کریں شرائط طے کر لیں''۔

اس کا احرار سے جواب تو نہ بن پڑا البتہ اپنی بوکھلاہٹ کا اظہار اس طرح کیا کہ اپنی طرف سے یک طرفہ کارروائی کرتے ہوئے قادیان تار بھجوائی کہ ۲۳ نومبر کو مباہلہ کی تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ حضور کو اس تار پر بہت تعجب ہوا کہ جب ابھی فریقین سے شرائط پر تصفیہ ہوا ہی نہیں تو مباہلہ کی تاریخ مقرر کر دینا چہ معنی دارد۔

حضور نے احرار کی اس ناقابل فہم روش کو دیکھ کر ایک پمفلٹ لکھا جس میں مسلمان ہند کو مخاطب کرتے ہوئے اُن سے توقع کی گئی کہ وہ احرار پر زور دیں کہ جماعت احمدیہ کے نمائندوں سے تفصیلی شرائط طے کر لیں اور یوں خالی اخباری گھوڑے نہ دوڑائیں۔

البتہ آپ نے احرار کے جواب کا انتظار کئے بغیر ان پر اتمام حجت کرنے کے لئے درج ذیل حلفیہ اعلان بھی شائع کر دیا جو کہ الفضل ۲ نومبر ۱۹۳۵ء میں شائع ہوا۔

"......قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میرا اور سب جماعت احمدیہ کا بحیثیت جماعت یہ عقیدہ ہے۔ (اور اگر کوئی دوسرا شخص اس کے خلاف کہتا ہے تو وہ مردود ہے اور ہم میں سے نہیں) کہ رسول کریم ﷺ افضل الرسل اور سید ولد آدم تھے۔ یہی تعلیم ہمیں بانی سلسلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی ہے اور اسی پر ہم قائم ہیں...... اے سننے والو سنو! کہ میں نے اپنی طرف سے قسم کھائی ہے اور قسم کھا کر اس عقیدہ کا اعلان کر دیا۔ جس پر مَیں اول دن سے قائم ہوں۔ اب احرار یہ نہیں کہہ سکتے کہ میں مباہلے سے گریز کرتا ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ مباہلہ ہو یا نہ ہو اللہ تعالیٰ کی نصرت اس میری قسم کی وجہ سے جماعت احمدیہ کو نصیب ہوگی"۔ (الفضل ۲ نومبر ۱۹۳۵ء)

پھر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ:-

"اگر وہ اس (مباہلہ) کے لئے تیار نہ ہوں تو یاد رکھیں جھوٹ اور افتراء دنیا میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا ابھی چند ہی مہینے ہوئے مَیں نے اسی منبر پر کھڑے ہو کر کہا تھا کہ زمین احرار کے پاؤں تلے سے نکلے جارہی ہے اور مَیں ان کی شکست کو ان کے قریب آتے دیکھ رہا ہوں اب دُنیا نے دیکھ لیا کہ وہ زمین اُن کے پاؤں سے نکل گئی، اگر وہ اپنے اس جھوٹے اور ناپاک پراپیگنڈہ سے باز نہیں آئیں گے اور اگر وہ الزام تراشی اور کذب بیانی کو نہیں چھوڑیں گے تو خدا انہیں اور زیادہ ذلیل اور رسوا کرے گا اور انہیں اور زیادہ اپنی لعنت کا نشانہ بنائے گا۔ وہ ہماری طرف جو بھی جھوٹ منسوب کر رہے ہیں اور کریں گے خدا اس جھوٹ کو اُن کے سروں پر ڈالے گا اور وہ آئندہ زمانہ میں اس سے بھی زیادہ عذاب دیکھیں گے، جو اب دیکھ چکے ہیں اور اگر ان میں ہمت ہے تو آئیں مباہلہ کریں اور دیکھیں خدا کی قدرت انہیں کیا دکھاتی ہے"۔ (الفضل ۳ ستمبر ۱۹۳۵ء)

حضور کے بار بار دعوت دینے کے باوجود احرار نے فرار کی راہ کو پسند کیا اور حسب روایت وحسب عادت شور و غوغا پر ہی اکتفا کیا لیکن حضور نے جو یک طرفہ حلفیہ اعلان شائع کیا اور جو پیشگوئی احرار کے متعلق آپ نے فرمائی وہ پوری شان و شوکت سے پوری ہوئی اور مباہلے کی تقریباً ہر لعنت کے یہ حصہ دار بنے اور مباہلہ کی ہر برکت کی وارث جماعت احمدیہ قرار پائی۔ مجلس احرار نے سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے اور اپنی جھوٹی لیڈری چمکانے کے لئے بلکہ اُن کے اپنوں کے بقول "جلب زر" کے لئے جماعت احمدیہ کو اپنا مشق ستم بنایا۔ جو الزامات یہ لگا سکتے تھے لگاتے رہے لیکن جب الزام تراشی میں حد سے بڑھ گئے تو حضور نے ان لوگوں کو جھوٹ اور سچ میں فرق ظاہر کرنے کے لئے مباہلہ کا چیلنج بھی دیا جو انہوں نے قبول نہیں کیا لیکن مباہلے کا یہ چیلنج دراصل ان کی ذلت و رسوائی کا آغاز بنا اور امام جماعت احمدیہ کی پر جلال پیشگوئی کے مطابق کہ مباہلہ یہ لوگ قبول کریں یا نہ کریں ان کی ذلت و رسوائی اب ان کا مقدر بن چکی ہے۔ واقعی تھوڑے ہی عرصہ بعد پوری ہونا شروع ہوگئی جس کے ثبوت اتنی کثرت کے ساتھ موجود ہیں کہ یہ مضمون اس کے تفصیلی بیان کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ دلچسپی رکھنے والے دوستوں کے لئے ان کتابوں کے حوالہ جات دیئے جارہے ہیں جو اس مضمون پر روشنی ڈالتے ہیں۔

۱۔ اخبار "احسان" ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۹ء ۲۔ "تاریخ احمدیت" جلد ہفتم و ہشتم، ۳۔ "نگارستان" صفحہ ۱۴۷، ۱۹۷ از مولانا ظفر علی خان، ۶۔ "حیات امیر شریعت" صفحہ ۲۴۰۔

(باقی آئندہ)

ڈیجیٹل اور اینالاگ سسٹم کا فرق

(مکرم سید منصور احمد جمیل صاحب ۔ کراچی)

یہ ایک تعارف ہے ڈیجیٹل اور اینالاگ سسٹم کے درمیان فرق کا۔ آج کل کے دور میں رابطے اور بہتر طور پر کام کے نتیجے کو حاصل کرنے کے لئے ڈیجیٹل مشینوں سے کام لیا جا رہا ہے۔

اینالاگ سسٹم سے کیا مراد ہے؟

اینالاگ سسٹم وہ سسٹم کہلاتا ہے جس میں دو پوائنٹ کے درمیان مختلف نمبر آ سکتے ہیں۔ نیچے دی گئی تصویر سے یہ بات واضح ہو سکتی ہے۔

3 2 1

اوپر کی تصویر یہ ظاہر کرتی ہے کہ دو نمبروں کے درمیان مختلف نمبر لئے جا سکتے ہیں، جیسے '1' اور '2' کے درمیان یا '2' اور '3'۔ یہی وجہ ہے کہ اینالاگ سسٹم بہت اچھے نتائج نہیں دے سکتا۔ مثال کے طور پر نیچے دی گئی مثالوں میں اینالاگ سسٹم سے مختلف قسم کے نتائج آ سکتے ہیں۔

☆ درجہ حرارت معلوم کرنے کا آلہ۔

☆ ریسیور جو ڈیٹا ریسیو کرتا ہو (0 سے لے کے آخری نمبر کہیں سے بھی کچھ بھی ریسیو کر سکتا ہو)

☆ کسی بھی قسم کی تصویر یا سگنل جو کسی الیکٹرونک میڈیا سے مل سکتا ہو۔

ڈیجیٹل سسٹم سے کیا مراد ہے؟

ڈیجیٹل سسٹم اینالاگ سے بالکل مختلف طریقے سے کام کرتا ہے ڈیجیٹل سسٹم وہ سسٹم ہوتا ہے جس میں ڈیٹا ایک خاص وقفے سے کام کرتا ہے یہ بات آگے دی گئی تصویر سے واضح ہو سکتی ہے۔

3 2 1

اوپر کی تصویر ظاہر کرتی ہے کہ دو نمبروں کے درمیان صرف ایک نمبر لیا جا سکتا ہے۔ جیسے '1' اور '2' کے درمیان یا '2' اور '3'۔ یہی وجہ ہے کہ ڈیجیٹل سسٹم بہت بہتر نتائج دے سکتا ہے۔ جب ہم ڈیجیٹل سسٹم کی "جدید الیکٹرونک میڈیا" کے طور پر بات کرتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ یا تو ہمیں کوئی ڈیٹا یا سگنل ملے گا یا نہیں۔ یعنی صرف دو صورتیں ہیں۔ اس کے علاوہ کوئی نہیں۔ یہ بات نیچے دی گئی تصویر سے واضح ہو سکتی ہے۔

1 0 1
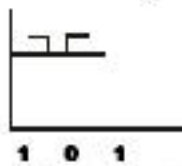
اوپر کی تصویر یہ ظاہر کرتی ہے کہ ڈیٹا یا سگنل آ رہا ہے یا نہیں۔ مثال کے طور پر لائٹ ہے یا لائٹ نہیں ہے۔

دو نمبروں کو ڈیجیٹل لوجک (سسٹم) میں جمع کرنے کا طریق

عام طور پر جو ہم نمبروں کے بارے میں جانتے ہیں وہ یہ کہ '0' سے لے کر '9' نمبر ہوتے ہیں جن سے دوسرے مختلف نمبر بنتے ہیں۔ یہ نمبر "ڈیسیمل نمبر" ہیں کیونکہ ان کی تعداد دس ہے۔ لیکن جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کہ ڈیجیٹل سسٹم میں صرف دو صورتیں یا دو نمبر ہوتے ہیں یعنی '0' یا '1' اس لئے یہ ڈیجیٹل لوجک (سسٹم) میں "بائنری نمبر" کہلاتے ہیں۔ کیونکہ ان کی تعداد دو ہے۔

ڈیسیمل اور بائنری اس طرح برابر ہوتے ہیں

ڈیسیمل	بائنری
0	0
1	1

10	2
11	3
100	4
101	5
110	6
111	7
1000	8
1001	9
1010	10
1011	11
1100	12
1101	13
1110	14
1111	15

جب بھی ہم ڈیٹا کو کسی ڈیجیٹل سسٹم میں ڈیسیمل کی صورت میں دیتے ہیں تو وہ خود بخود بائنری نمبر میں تبدیل ہوجاتے ہیں اور پھر کوئی کام ہوتا ہے۔

بائنری سے ڈیسیمل میں ہم دوبارہ ڈیٹا کیسے دیکھتے ہیں

جیسا کہ عام طور پر '0' سے '9' تک ڈیسیمل میں کوئی بھی نمبر بنایا جاسکتا ہے۔ اس طرح ڈیجیٹل سسٹم میں بھی کچھ ایسے خاص نمبر ہیں جو بائنری سے واپس ڈیسیمل میں نمبر دکھاتے ہیں اور وہ بھی دس ہی ہیں کیونکہ وہ دس ڈیسیمل نمبروں کے برابر کوئی ایک نمبر دکھاتے ہیں۔ یہ نمبر ڈیجیٹل سسٹم میں "بائنری کوڈڈ ڈیسیمل" نمبر کہلاتے ہیں۔ ڈیسیمل اور بائنری کوڈڈ ڈیسیمل کس طرح برابر ہوتے ہیں نیچے کچھ نمبر دیئے گئے ہیں۔

بائنری	ڈیسیمل
0	0
1	1
10	2
11	3
100	4
101	5
110	6
111	7
1000	8
1001	9

جب بھی کوئی ڈیجیٹل سسٹم کوئی بھی نمبروں کا کام کرتا ہے تو کام مکمل ہونے کے بعد بائنری کوڈڈ ڈیسیمل نمبروں کے ذریعہ وہ ڈیسیمل میں نتیجہ دکھاتا ہے۔

غزل

وہ پھر اُجال گیا اپنے بے نشانوں کو
لپیٹ رکھا تھا ذرّے نے آسمانوں کو

الاؤ بھڑکا ہے جب سینۂ تحیّر کا!
تو اُس نے راز نوازا ہے رازدانوں کو

مرا وجود ہی ڈھل جائے روح سجدہ میں
جبیں کا بار کیوں سونپوں میں آستانوں کو

جہاں جہاں بھی پڑے نقش اُس کے قدموں کے
وہاں تو چوم گئی خاک آسمانوں کو

ہر ایک لمحۂ بیدار اُس کی آنکھوں سے
سمیٹ لاتا ہے بیتے ہوئے زمانوں کو

کبھی ہمیں بھی پکارو کہ ایک عمر سے ہم
ہتھیلیوں پہ اُٹھائے ہیں اپنی جانوں کو

میں اہلِ خواب کی آنکھوں کا وہ ستارہ ہوں
جو اک یقین میں بدلے گا سب گمانوں کو

(مکرم ناصر احمد سید صاحب)

رپورٹ خدمت خلق

برموقع رمضان المبارک وعید الفطر 2002ء

جماعت احمدیہ شروع دن سے ہی مخلوق خدا کی خدمت ہر موقع پر بجالاتی رہی ہے اور عیدین پر بطور خاص بہتر سے بہتر خدمت کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اور یہ سلسلہ مستقل جاری وساری ہے۔ مندرجہ ذیل اعدادوشمار بھی اسی خدمت کی عکاسی کرتے ہیں یہ اعدادوشمار عید الفطر 2002ء کے مبارک موقع پر مختلف احباب کی خدمت سے متعلق ہیں۔ درج ذیل اعدادوشمار ان رپورٹس سے مرتب کئے گئے ہیں جو بروقت موصول ہوگئی تھیں۔ لیکن یہ اعدادوشمار ہمیشہ ہی نامکمل رہتے ہیں کیونکہ جماعت احمدیہ کے مخلصین اس قدر خدمت خلق میں مصروف رہتے ہیں کہ جو رپورٹس کے احاطہ میں نہ آتی ہے اور نہ ہی آسکتی ہے۔ الحمدللہ علی ذالک۔ (مہتمم خدمت خلق مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

نمبر شمار	تفصیل	تعداد	مالیت
1	نئے سوٹ وسویٹرز وجوتے	7024	13,96,329/-
2	راشن پیک (اشیائے خورونوش)	16318	1,013,349/-
3	عید گفٹ پیکٹس	8133	1,84,485/-
4	سحری وافطاری	8854	1,77,080/-
5	نقدی (نقد رقم بطور امداد مستحقین میں تقسیم کی گئی)	......	6,45,871/-
6	خدمت اسیران ورہائی	490	1,66,550/-
7	صدقات (بکرے)	278	3,33,600/-
8	استعمال شدہ سوٹ وسویٹرز	726	36,300/-
	میزان	......	**39,53,564**

تفصیلی رپورٹ اگلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

تفصیلی رپورٹ خدمت خلق

نام ضلع	نئے کپڑے و جوتے				عید گفٹ		راشن		سحری و افطاری		خدمت اسیران		مشغلی یا پھل		صدقات بکرے				متفرق	
	سوٹ	سویٹر	جوتے	مالیت	تعداد	مالیت	پیک	مالیت	افراد	مالیت	افراد	مالیت	تعداد	مالیت	تعداد	مالیت	نقد رقم	مستقل کپڑے	سائل	مالیت
راولپنڈی	163	195	162	95120	1400	21900	533	180150	83	10900	30	30000		500	3	2450	26538	-	[illegible]	76810
سیالکوٹ	184	163	85	42980	274	8130	369	61835	280	49381	-	5000	-	-	20	38370	60200	-	-	-
[illegible]	32	8	10	13600	75	2100	70	10000	25	1100	-	-	-	-	-	-	4000	-	-	-
کوٹلی	2	3		2100	-	-	18	7500	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
سکھر	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	1000	-	-	-
فیصل آباد	485	55	-	110005	200	10000	40	12000	-	-	460	9000	-	-	3	-	-	-	-	-
پشاور	7	1	1	1800	1	100	252	25000	25	-	-	-	-	-	-	-	1355	3	[illegible]	28200
[illegible]	7	-	-	1400	-	-	7	700	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	3000
[illegible]	-	-	-	-	-	-	130	2400	-	-	-	-	-	-	4	-	1150	-	-	-
میرپور خاص	131	100	35	37025	166	7775	1201	181439	1592	28650	-	11550	-	-	6	9000	8240	-	-	130130
لاہور	1812	624	-	499500	-	35000	11198	197970	-	27000	-	42000	-	-	-	-	246900	-	-	144535
اوکاڑہ	40	3	-	8000	-	-	12	2600	45	3000	-	-	-	-	-	-	3500	3	-	-
اسلام آباد	202	23	18	46050	-	6580	-	1600	8	500	-	4500	-	2500	-	-	21120	-	میڈیسن	54500
لودھراں																				12900
ربوہ	453	45	19	153100	-	-	900	130500	3870	44000	-	31500	-	-	-	-	203878	-	رہائی اسیران	136200
حیدرآباد	102	19	15	33800	-	4000	260	23325	400	6000	-	6000	-	-	60	5000	6000	60		1000

سبی	6	6	-	1900	1500	1500	100	500	100	200	-	-	-	-	10	5400	800	200	آٹا چاول	52200
تھر	5	-	-	500	-	400	-	-	45	1425	-	-	-	-	-	-	1200	30 سیٹ	-	-
کوئٹہ	34	4	7	10650 1050 2000	42	4200	46	19100	131	4000	-	-	-	-	-	-	8280		دیگر	6500
سانگھڑ	60	-	6	19225	2	1600	23	2830	-	8300	-	-	-	-	-	-	4160	23 مستقل سوٹ	کمبل 3 من گندم 15 کمرے	1650
جھنگ	-	-	-	4352	-	-	-	-	-	-	-	-	مٹھائی	1000	-	-	-	-	-	-
مردان	-	5	4	5900	48	200	-	1000	517	10340	-	-	-	-	3 بکرے	2500	2040	-	-	2500
کراچی	371	84	-	115500	2550	54000	93	29800	1000	-	-	-	-	-	33	-	-	143		
جہلم	83	21	11	23000	-	-	88	-	360	-	-	-	-	-	1	1300	7500	75	-	52600
میرپور A.K	5	-	-	-	-	-	5	-	50	-	-	-	-	-	1	-	4600	-	-	-
بہاولنگر	29	5	92	8250	-	-	105	5250	23	3000	-	-	-	-	3 بکرے	6000	14000	75	10 من گندم	3000
بہاولپور	50	20	15	10500	50	15000	500	2500	200	6000	-	-	-	-	6 بکرے	12800	2500	-	سوات گندم	21000
ملتان	7	6	-	4400	60	2500	-	-	-	-	20 گوشت	2000	-	-	2 بکرے	2000	5000	28 سوٹ 2 سوئٹر	22 بکرے	280
ڈیرہ	163	32	-	26000	65	6500	320	26000	-	-	-	-	-	-	5	-	11910	-	-	-
شیخوپورہ	125	10	170	10000	-	-	250	15000	12	300	-	5000	-	-	7	11300	-	-	تمر	10000
سرگودھا	19	69	30	24245	40	2000	325	52459	1176	12820	-	-	-	-	20	30000	-	-	تمر	15691
چکوال	10	5	8	5275	20	1600	14	2000	45	2500	-	-	-	-	-	-	-	-	تمر	2500
علاقہ کراچی	14	4	-	4800	200	1500	250	31250	-	-	-	-	-	-	3	3600	-	84	-	8400
مری	-	600	-	110000	-	-	چاول	13500	-	-		2500	-	-	15	15000	-	-	عیدی	60000
میزان	4609	2110	688	1432027	4938	186585	17109	1038208	9987	219416	510	149050	-	4000	205	144720	645871	726	128	823596

ایک تقریب کی رپورٹ

(مکرم سلیم الدین صاحب ۔ معتمد مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

مورخہ 5،4 جنوری 2003ء کو قائدین اضلاع و علاقہ جات کو مرکز سلسلہ میں مدعو کیا گیا تھا۔ اکثر قائدین 4 جنوری کی دوپہر تک مرکز پہنچ چکے تھے حسب پروگرام بعد از دوپہر مجلس عاملہ پاکستان اور قائدین کے درمیان ایک دوستانہ کرکٹ میچ کھیلا گیا۔ یہ میچ جامعہ احمدیہ کی گراؤنڈ پر تین بجے سہ پہر کھیلا گیا۔ قائدین کی ایک ٹیم بنائی گئی جس کی قیادت مکرم صدر صاحب مجلس نے کی۔ اور اسی طرح ایک ٹیم عاملہ کی بنائی گئی جس کی قیادت مکرم مہتمم صاحب صحت جسمانی نے کی۔ یہ میچ ٹیپ بال سے کھیلا گیا۔ یہ میچ 12، 12 اوورز کا تھا۔ ٹاس جیت کر مجلس عاملہ کی ٹیم نے پہلے بیٹنگ کرنے کا فیصلہ کیا اور پہلے کھیلتے ہوئے 110 رنز بنائے ۔ جبکہ قائدین اضلاع و علاقہ کی ٹیم 12 اوورز میں 7 کھلاڑیوں کے نقصان پر 90 رنز بنا سکی ۔ اس طرح مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ پاکستان نے یہ میچ 20 رنز سے جیت لیا۔ میچ کے اختتام پر گروپ فوٹو ہوا اور کھلاڑیوں اور شائقین کی چائے اور جوس سے تواضع کی گئی۔ میچ سے کثیر تعداد میں شائقین بھی لطف اندوز ہوئے ۔

کرکٹ ٹیم قائدین اضلاع و علاقہ

1- مکرم سید محمود احمد شاہ صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کیپٹن، 2- مکرم کبیر احمد چغتائی صاحب قائد علاقہ راولپنڈی، 3 - مکرم احمد لطیف فیضی صاحب قائد ضلع راولپنڈی، 4 - مکرم ڈاکٹر ظہیر الدین بٹ صاحب قائد ضلع خیرپور، 5 - مکرم ملک طاہر احمد صاحب قائد علاقہ و ضلع سکھر، 6 - مکرم ڈاکٹر طاہر محمود منہاس صاحب قائد ضلع بہاولپور، 7- مکرم مرزا اویس عمر نصر اللہ صاحب قائد ضلع کراچی، 8- مکرم مظفر احمد ججی صاحب قائد ضلع وہاڑی، 9- مکرم عبدالہادی توقیر صاحب قائد ضلع کوٹلی A.K، 10- مکرم عبدالقدوس صاحب قائد ضلع گوجرانوالہ، 11- مکرم عطاء العلیم صاحب نمائندہ قائد علاقہ بہاولپور۔

کرکٹ ٹیم عاملہ خدام الاحمدیہ پاکستان

1- مکرم رفیق احمد ناصر صاحب کیپٹن، 2- مکرم سلیم الدین صاحب، 3- مکرم حافظ خالد افتخار صاحب، 4- مکرم امین الرحمٰن صاحب، 5- مکرم نصیب احمد بٹ صاحب، 6- مکرم اکبر احمد صاحب، 7- مکرم ڈاکٹر محمد عامر خان صاحب، 8- مکرم احمد محمد احسن صاحب، 9- مکرم میر محمود احمد صاحب، 10- مکرم مرزا ناصر انعام صاحب، 11- مکرم حافظ راشد جاوید صاحب۔

عشائیہ

میچ کے بعد رات کو احاطہ گلشن احمد نرسری میں قائدین اضلاع و علاقہ کے اعزاز میں عشائیہ دیا گیا۔ گلشن احمد نرسری کے خوبصورت سبزہ زار میں مارکی لگائی گئی تھی جس کے اندر خوبصورت انداز میں میزیں اور کرسیاں ترتیب کے ساتھ لگائی گئی

میں کیا لکھوں مسیحؑ وقت کی سیرت

(مکرم ڈاکٹر عارف ثاقب صاحب

میں کیا لکھوں مسیحؑ وقت کی سیرت

وہ جس نے آگہی کی روشنی سے گمرہی کے گھپ اندھیروں سے نکالا ہے
وہ جس کے اِک قلم نے نشیبِ خاک سے ہم کو اٹھایا ہے
صحیح رستہ بتایا ہے
جو دل ایماں سے خالی تھے، کدورت جن کے اندر تھی
بس اُس کی اک نگاہِ ناز سے تسخیر ہوتے تھے
جو پُر تقصیر ہوتے تھے
جو اُس روح پرور زلف کے زنجیر ہوتے تھے
وہ جس کے رتجگوں سے خواب سب تعبیر ہوتے تھے
جو تجدیدِ وفا کے واسطے بھیجا گیا تھا
رسولِ پاکؐ نے اپنی غلامی میں لیا تھا
سلیقہ جس نے جینے کا دیا تھا
وہ جس کے اک اشارے پر مرے اجداد اٹھے، کو بہ کو پھیلے
کہ اُس کی بات کی خوشبو جہاں میں سُو بہ سُو پھیلے

میں کیا لکھوں مسیحؑ وقت کی سیرت

وہ جس نے ڈھونڈتی آنکھوں کو اک مژدہ دیا تھا
وہ جس نے سوچتے ذہنوں کے عقدے وا کئے تھے
دعا کے واسطے جنبش زدہ ہونٹوں کو حرفِ معتبر بخشا
خدا کے منکروں سے بات کرنے کا ہنر بخشا
جو پیغامِ خدا لے کر اٹھا تھا
جو تجدیدِ شریعت چاہتا تھا
خدا کے حکم سے جو بولتا تھا
جو دیں کی ساری گرہیں کھولتا تھا
جو باطل قوتوں کے سامنے ڈٹ کر کھڑا تھا
جو حق کی سربلندی مانگتا تھا
محبت ہی محبت بانٹتا تھا
وہ جس کا ہر لکھا مضموں رہا بالا ہمیشہ
رہا ہے جس کے رُخِ پُر نور کا ہالہ ہمیشہ

میں کیا لکھوں مسیحؑ وقت کی سیرت

میں اِک ناچیز سا بندہ مری اوقات ہی کیا ہے کہ میں لکھوں
مگر مجھ پہ جو اُن کی اِک نگاہِ ناز ہو جائے
تو میرے لفظ با توقیر ہو جائیں
شرف کچھ کم نہیں ہے یہ
میں اُن کی بے کراں افواج کا ادنیٰ سپاہی ہوں
یہ سب اطفال، سب خدام اور انصار اُن کے ہیں
اُنہیں کے واسطے ہے جاں ہتھیلی پر
اُنہیں کے واسطے ہیں روز و شب اپنے
وہ جس نے آگہی کی روشنی سے گمرہی کے گھپ اندھیروں سے نکالا ہے
وہ جس کے اِک قلم نے نشیبِ خاک سے ہم کو اٹھایا ہے
صحیح رستہ بتایا ہے

تھیں۔ قائدین کو ان کے نگران مہتممین کے ہمراہ بٹھایا گیا تا کہ سال رواں کے لیے اپنے اپنے ضلع کے حوالے سے پروگرام بنائے جا سکیں۔ نماز مغرب وعشاء باجماعت ادا کی گئی۔ اس کے بعد شام 7 بجے کھانا پیش کیا گیا۔

میٹنگ قائدین اضلاع وعلاقہ

اگلے روز یعنی 5 جنوری 2003ء کو قائدین اضلاع وعلاقہ کے ساتھ میٹنگ ہوئی۔ اس میٹنگ کی کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم حافظ خالد افتخار صاحب نے کی۔ تلاوت کے بعد محترم صدر صاحب مجلس نے آنے والے قائدین اضلاع وعلاقہ کو خوش آمدید کہا اور ایک روز قبل بلا کر میچ کھلانے اور عشائیہ کے مقصد کو واضح کیا۔ بعد ازاں مہتممین نے باری باری سٹیج پر آ کر اپنے اپنے شعبہ کی ہدایات دیں۔ 11 بجے دوپہر ریفریشمنٹ کا وقفہ کیا گیا۔ 11:30 بجے دوبارہ اجلاس شروع کیا گیا اور باقی مہتممین نے اپنے اپنے شعبہ جات کی ہدایات دیں۔ محترم صدر صاحب مجلس ساتھ ساتھ ہر شعبہ کے بارے میں ہدایات دیتے رہے۔ ہدایات کے بعد محترم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب نائب صدر دوم نے مکرم محترم چوہدری سلطان علی صاحب والد محترم چوہدری منور علی صاحب قائد ضلع لاہور اور حضرت میر مسعود احمد صاحب کی وفات پر قرارداد تعزیت پیش کی۔ میٹنگ کے اختتام سے قبل مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان اور مجلس اطفال الاحمدیہ پاکستان کے نتائج مقابلہ بین المجالس، بین الاضلاع اور بین العلاقہ خاکسار معتمد مجلس نے پیش کیے۔

آخر پر محترم صدر صاحب مجلس نے دعا کروائی اور یوں میٹنگ 1:30 بجے اختتام پذیر ہوئی۔ 1:40 پر نمازیں ادا کی گئیں اور اس کے بعد کھانا پیش کیا گیا۔ کھانے کے بعد یہ تقریب بخیر وخوبی انجام پذیر ہوئی۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

ایک اہم اعلان

قارئین ''خالد'' کی سہولت کے لئے ماہنامہ خالد کا ای میل ایڈریس دیا جا رہا ہے تا کہ آپ اس کے ذریعہ ہمیں اپنے مضامین، آراء اور تبصرے بھجوا سکیں۔ بطور خاص بیرون ملک مقیم احباب سے یہ گذارش ہے کہ وہ براہِ کرم اپنا کمپوز شدہ مضمون بذریعہ ای میل بھجوا دیا کریں اگر اردو میں بھجوانا چاہیں تو Inpage کی فائل کو بذریعہ Attachment بھجوایا جا سکتا ہے۔ اس طور پر ہم آپ کے مضامین کو بروقت شائع کر سکتے ہیں۔ ہمارا ایڈریس یہ ہے۔

monthlykhalid52@yahoo.com

یقین کامل

(مکرم مرزا عرفان قیصر صاحب

خدا کے فضل پر یقین واثق

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اپنے ایک خط میں فرماتے ہیں کہ مجلس میں توکل کی بات چل پڑی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

"میں اپنے قلب کی عجیب کیفیت پاتا ہوں۔ جب سخت حبس ہوتا ہے اور گرمی کمال شدت کو پہنچتی ہے تو لوگ وثوق سے بارش کی امید رکھتے ہیں۔ ایسا ہی جب میں اپنی صندوقچی کو خالی دیکھتا ہوں تو مجھے خدا کے فضل پر یقین واثق ہوتا ہے کہ اب یہ بھرے گی اور ایسا ہی ہوتا ہے"۔

اور پھر خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر فرمایا کہ:۔

"جب میرا کیسہ خالی ہوتا ہے تو جو ذوق اور سرور اللہ تعالیٰ پر توکل کا مجھے اس وقت حاصل ہوتا ہے میں اس کی کیفیت بیان نہیں کرسکتا اور یہ حالت بہت ہی زیادہ راحت بخش اور طمانیت انگیز ہوتی ہے بہ نسبت اس کے کہ کیسہ بھرا ہوا ہو"۔

(سیرت طیبہ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے صفحہ ۱۵۸)

خدائی نصرت پر یقین کامل

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے فرماتے ہیں:۔

ایک طرف تو حضرت مسیح موعود کو خدائی نصرت پر اتنا بھروسہ تھا کہ آگ میں پڑ کر سلامت نکل آنے کا یقین رکھتے تھے مگر دوسری طرف خدا کے رستہ میں ہر قربانی کے لئے اتنے تیار تھے کہ اس کی خاطر ہر تکلیف کو راحت سمجھتے تھے چنانچہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم روایت کرتے ہیں کہ جس دن سپرنٹنڈنٹ پولیس حضرت مسیح موعودؑ کے مکان کی تلاشی کے لئے اچانک قادیان آیا اور حضرت نانا جان میر ناصر نواب صاحب مرحوم کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ سخت گھبراہٹ کی حالت میں حضرت مسیح موعودؑ کے پاس بھاگے گئے اور غلبہ رقت کی وجہ سے بڑی مشکل کے ساتھ عرض کیا کہ سپرنٹنڈنٹ پولیس وارنٹ گرفتاری کے ساتھ ہتھکڑیاں لے کر آرہا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ اس وقت اپنی کتاب "نور القرآن" تصنیف فرما رہے تھے سر اٹھا کر مسکراتے ہوئے فرمایا:۔

"میر صاحب! لوگ دنیا کی خوشیوں میں چاندی سونے کے کنگن پہنا کرتے ہیں ہم سمجھیں گے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے رستہ میں لوہے کے کنگن پہن لئے"۔

پھر ذرا تامل کے ساتھ فرمایا:۔

"مگر ایسا نہیں ہوگا خدا تعالیٰ کی حکومت اپنے خاص مصالح رکھتی ہے۔ وہ اپنے خلفائے مامورین کے لئے اس قسم کی رسوائی پسند نہیں کرتا"۔

(سیرت طیبہ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے صفحہ ۱۵۶)

توکل کا اعلیٰ مقام

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی روایت ہے:۔

''ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ جن دنوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب ''آئینہ کمالاتِ اسلام'' کا عربی حصہ لکھ رہے تھے حضور نے مولوی نورالدین صاحب (خلیفہ اوّل) کو ایک بڑا دوورقہ اس زیر تصنیف کتاب کے مسودہ کا اس غرض سے دیا کہ فارسی میں ترجمہ کرنے کے لئے مجھے پہنچا دیا جائے۔ وہ ایسا مضمون تھا کہ اُس کی خداداد فصاحت و بلاغت پر حضرت کو ناز تھا، مگر مولوی صاحب سے یہ دو ورق کہیں گر گیا چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجھے ہر روز کا تازہ عربی مسودہ فارسی ترجمہ کے لئے ارسال فرمایا کرتے تھے اس لئے اُس دن غیر معمولی دیر ہونے پر مجھے طبعاً فکر پیدا ہوا اور مَیں نے مولوی نورالدین صاحب سے ذکر کیا کہ آج حضرت کی طرف سے مضمون نہیں آیا اور کاتب سر پر کھڑا ہے اور دیر ہو رہی ہے معلوم نہیں کیا بات ہے۔ یہ الفاظ میرے مُنہ سے نکلنے تھے کہ مولوی نورالدین صاحب کا رنگ فق ہوگیا۔ کیونکہ یہ دو ورقہ مولوی صاحب سے کہیں گر گیا تھا۔ بے حد تلاش کی مگر مضمون نہ ملا اور مولوی صاحب سخت پریشان تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو اطلاع ہوئی تو حسب معمول ہشاش بشاش مسکراتے ہوئے باہر تشریف لائے اور خفا ہونا یا گھبراہٹ کا اظہار کرنا تو درکنار اُلٹا اپنی طرف سے معذرت فرمانے لگے کہ مولوی صاحب کو مسودہ کے گم ہونے سے ناحق تشویش ہوئی۔ مجھے مولوی صاحب کی تکلیف کی وجہ سے بہت افسوس ہے۔ میرا تو یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے گم شدہ کاغذ سے بہتر مضمون لکھنے کی توفیق عطا فرما دے گا''۔

(سیرت المہدی حصہ اوّل صفحہ ۲۷۸،۲۷۹)

''ہمارے لئے خدا کی عدالت کافی ہے''

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب تحریر کرتے ہیں:۔

''میرٹھ سے احمد حسین شوکت نے ایک اخبار ''شحنۂ ہند'' جاری کیا ہوا تھا۔ یہ شخص اپنے آپ کو مجدد السنہ مشرقیہ کہا کرتا تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت میں اس نے اپنے اخبار کا ایک ضمیمہ جاری کیا۔ جس میں ہر قسم کے گندے مضامین مخالفت میں شائع کرتا اور اس طرح پر جماعت کی دل آزاری کرتا۔ میرٹھ کی جماعت کو خصوصیت سے تکلیف ہوتی۔ کیونکہ وہاں ہی سے وہ گندہ پرچہ نکلتا تھا۔ ۱۲/اکتوبر ۱۹۰۲ء کا واقعہ ہے کہ میرٹھ کی جماعت کے پریذیڈنٹ شیخ عبدالرشید صاحب جو ایک معزز زمیندار اور تاجر ہیں تشریف فرما تھے۔ حضرت اقدسؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ ضمیمہ شحنۂ ہند کے توہین آمیز مضامین پر عدالت میں نالش کردوں۔ حضرت حجۃ اللہ نے فرمایا:۔

''ہمارے لئے خدا کی عدالت کافی ہے۔ یہ گناہ میں داخل ہوگا اگر ہم خدا کی تجویز پر تقدم کریں۔ اس لئے ضروری ہے کہ صبر اور برداشت سے کام لیں''

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ ۱۱۴)

☆☆☆

4 اپریل 2003ء بروز جمعۃ المبارک

یوم تحریک جدید منایا جائے

امراء وصدر صاحبان کی خدمت میں درخواست ہے کہ مجلس مشاورت 1991ء کے فیصلہ کی تعمیل میں سال رواں کا پہلا ''یوم تحریک جدید'' 4 اپریل 2003ء بروز جمعۃ المبارک منایا جائے جس میں احباب جماعت کو مطالبات تحریک جدید کی طرف خصوصی توجہ دلائی جائے۔ اس موقعہ پر امراء وصدر صاحبان اپنی سہولت اور حالات کے مطابق جلسے منعقد کر کے مطالبات کی اہمیت احباب جماعت پر واضح کرنے کا اہتمام فرمائیں۔

خطبات جمعہ میں تحریک جدید کے مطالبات اور ان کی حکمت عملی بیان کی جائے۔ اس دن خصوصیت کے ساتھ تحریک جدید کے ذریعہ جماعت پر ہونے والے انعامات وافضال الہیہ کا احباب کے سامنے ذکر کیا جائے۔ اس دن حسب ذیل چند مطالبات تحریک جدید پر خصوصی روشنی ڈالی جائے۔

ا۔ احباب سادہ زندگی بسر کریں۔ لباس کھانے اور رہائش میں سادگی اختیار کریں۔

۲۔ والدین اپنی اولاد کو خدمت دین کے لیے وقف کریں۔

۳۔ رخصت کے ایام خدمت دین کے لیے وقف کریں۔

۴۔ اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالیں۔

۵۔ جو لوگ بیکار ہیں وہ چھوٹے سے چھوٹا کام جو بھی مل سکے کرلیں۔

۶۔ قومی دیانت کا قیام کریں۔

۷۔ حسب استطاعت مالی قربانی کرنے کی طرف احباب جماعت کو توجہ دلائی جائے۔

۸۔ مقاصد تحریک جدید کے لیے خاص طور پر دعا کریں۔

(نوٹ: اگر کسی وجہ سے 4 اپریل کو 'یوم تحریک جدید' نہ منایا جا سکتا ہو تو جماعتی فیصلہ کے تحت اپنی سہولت اور حالات کے مطابق کسی بھی مناسب تاریخ کو ''یوم تحریک جدید'' منایا جائے اور اس کی رپورٹ سے دفتر کو مطلع فرمائیں۔)

وکیل الدیوان تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان، ربوہ

اعلان ہائے ولادت

☆ مکرم محترم شمشاد احمد قمر صاحب مہتمم اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے مورخہ 15 جنوری 2003 کو بیٹے سے نوازا ہے۔ جس کا نام ''عبید اللہ احمد'' تجویز کیا گیا ہے۔ نومولود مکرم رحمت اللہ زیدی صاحب آف تخت ہزارہ ضلع سرگودھا حال لاہور کا پوتا اور مکرم محمد شفیع صاحب (مرحوم) آف لاہور کا نواسہ ہے۔ نومولود کے نیک، خادم دین ہونے اور لمبی فعال زندگی کے لیے احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے۔

☆ مکرم عزیز احمد صاحب مینیجر ماہنامہ خالد و تشحیذ الاذہان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مورخہ 11 جنوری 2003ء کو پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے بچے کا نام ''عبدالشافی'' عطا فرمایا ہے جو وقف نو کی مبارک تحریک میں شامل ہے۔ نومولود مکرم چوہدری برکت علی صاحب منگلی مرحوم کا پوتا اور مکرم چوہدری محمد یونس صاحب آف حافظ آباد کا نواسہ ہے۔ نومولود کے نیک، خادم دین اور لمبی عمر پانے کے لئے احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مکرم رانا سلطان احمد صاحب ڈرائیور مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے بیٹے عطاء القدوس خان آف کوئٹہ کو 23 دسمبر 2002ء کو دوسرے بیٹے سے نوازا ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ''تیمور احمد'' نام عطا فرمایا ہے۔ نومولود مکرم رانا محمد اعظم صاحب کا نواسہ ہے اور رانا محب الرحمٰن صاحب (مرحوم) چک نمبر 88 ج ب کا پڑپوتا ہے۔ بچے کے نیک، خادم دین اور صحت وسلامتی والی لمبی عمر پانے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

کنکورڈیا کی سیر

(مکرم محمد لطیف قیصر صاحب)

دنیا کی عظیم بلندیوں کا سفر کرنے کے لئے اس بار ہم نے K2 تک پہنچنے کے لئے تاریخی ٹریک کنکورڈیا کا انتخاب کیا۔ راولپنڈی سے سکردو تک کا طویل سفر کر کے ہم لوگ جیپ کے ذریعہ 147 کلومیٹر کے فاصلے پر اسکولے پہنچے۔ جو کہ پاکستان کا آخری گاؤں ہے۔ اس گاؤں کے بعد جدید سواریوں کو استعمال کرنے کی بجائے ہمیں اپنے کندھوں پر سامان اٹھائے پیدل کے۔ٹو کی بلندیوں تک پہنچنا تھا۔

ہائیکنگ کا آغاز

اسکولے کا آخری کھیت ختم ہوتے ہی راستہ پہاڑ پر ایک پگڈنڈی کی شکل اختیار کر گیا۔ جس پر پندرہ بیس منٹ چلنے کے بعد ایک چشمہ ہے جہاں پر تمام ہائیکرز پانی پیتے اور اپنی بوتلوں میں بھرنے کے لئے رکتے ہیں کیونکہ آگے کا راستہ کافی گرم ہے اور پانی بھی کوروفونگ کی کیمپنگ سائٹ کے قریب جا کر ملتا ہے۔ چشمے سے آگے راستہ ایک پھیلے ہوئے اونچے نیچے پتھریلے میدان سے گزرتا ہے۔ جس کے بائیں جانب بلند اور خشک پہاڑ اور دائیں جانب کہیں نیچے دریائے برالدو ہمارا ساتھ دے رہا تھا۔ اس وسیع راستے کے بعد ایک چٹان کے اوپر سے راستہ گزرتا ہے۔ جہاں سے دریائے برالدو باوجود کافی نیچے ہونے کے گرنے والے کے لئے کافی نزدیک ہے۔ اس مقام پر بیافو گلیشیر سے پانی آ کر برالدو میں شامل ہوتا ہے۔ یہاں سے تھوڑا سا آگے اس بیافو نالے کو بیافٹ برج کے ذریعے عبور کیا گیا۔ پل عبور کرنے کے بعد ایک وسیع اور تا حد نظر پھیلے ہوئے ریتلے میدان کا سلسلہ ہے جہاں شدید گرمی اور دھوپ کی شدت سے بچنے کے لئے کسی بڑے پتھر کا سایہ ڈھونڈنا پڑتا ہے۔ لیکن ہماری خوش قسمتی تھی کہ بادلوں نے ہم پر سایہ کیا ہوا تھا۔ میدان ختم ہونے پر راستہ بائیں طرف مڑ گیا۔ جہاں برالدو ایک مرتبہ پھر ہمارے قریب آ گیا۔ اونچے نیچے ٹیلوں سے گزرنے کے بعد درختوں کا جھنڈ نظر آیا۔ جس کے درمیان سے ایک ندی گزرتی ہے جس کے پار ہم نے کیمپ کرنا تھا۔

بردومل کیمپ سائیٹ براستہ پڑے

آج کی رات بارش برستی رہی۔ صبح کے وقت جب خیمے سے سر باہر نکالا تو بادل جوں کے توں موجود تھے۔ کارن فلیکس کے ہلکے پھلکے ناشتے کے بعد ہم نے کوروفونگ کو الوداع کہا۔ کوروفونگ کیمپنگ سائٹ بیافو گلیشیر کے کنارے پر 3100 میٹر کی بلندی پر واقع ہے جہاں آرمی کیمپ بھی موجود ہے۔ شروع میں راستہ اونچے نیچے ٹیلوں سے ہوتا ہوا ایک پہاڑی پگڈنڈی میں تبدیل ہو گیا۔ جس کے نیچے دائیں ہاتھ پر برالدو شور مچاتا ہوا بہہ رہا تھا۔ آگے چل کر پگڈنڈی پہاڑ کے ساتھ ہی بائیں طرف گھوم جاتی ہے۔ اس موڑ پر دومردو نالہ برالدو میں آ کر شامل ہوتا ہے۔ بائیں ہاتھ گھومنے کے تھوڑی دیر بعد ہی "پڑی" کا مشکل راستہ آتا ہے۔ پڑی بلتی زبان کا لفظ ہے جو کسی بھی سخت اور پتھریلی چیز کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ چونکہ یہ راستہ بھی چٹانوں پر عمودی اترائی اور چڑھائی پر مشتمل ہے اس لئے اس کو پڑی کہا جانے لگا۔ پڑی کے بعد نالے کے ساتھ ساتھ نسبتاً ہموار راستہ ہے۔ تقریباً 11:00 بجے ہم لوگ جولا فٹ برج (Jola foot bridge) پر تھے جس پر باری باری گزر کر نالہ کراس کرنا پڑتا ہے۔ نالہ کراس کرنے کے آدھ گھنٹے کے بعد ہم لوگ جولا کے مقام پر تھے جہاں عموماً ہلکے پھلکے کھانے کے لئے رکا جاتا ہے۔ جولا ایک گھنٹہ رکنے کے بعد ریت اور پتھروں پر پڑی کے راستے کے متوازی ہمارا سفر جاری رہا۔ راستہ آگے جا کر ایک مرتبہ پھر بائیں مڑ جاتا ہے اور یہاں سے پھر برالدو آپ کا ساتھ دینا شروع کر دیتا ہے۔ مختلف اترائیوں اور چڑھائیوں کے بعد تقریباً ساڑھے تین بجے ہم آرمی کیمپ پر تھے۔ آدھ گھنٹے میں

چائے وغیرہ اور نمازیں پڑھنے کے بعد ہماری منزل بردول (3270m) کی کیمپ سائیٹ تھی اس ایک ڈیڑھ کلومیٹر پر پھیلی ہوئی ریتلی جگہ میں پتھروں کے درمیان کیمپ لگانے کیلئے جگہ بنانی پڑتی ہے۔ رات کو ایک مرتبہ پھر بارش ہوئی لیکن صبح جب آنکھ کھلی تو کیمپ میں کافی گرمی تھی اور سورج اپنی پوری چمک صرف ہمارے کیمپ پر ہی خرچ کر رہا تھا کیونکہ تمام گورے روانہ ہو چکے تھے۔ آج ہمارا ٹریکنگ کا دن مختصر تھا لہذا آرام سے یعنی 8 بج کر 20 منٹ پر روانگی ہوئی۔ سیدھے سادے راستے کے بعد ایک دم چڑھائی آئی اوپر جا کر دیکھا تو ہر طرف بڑے بڑے پتھر تھا۔ ان پتھروں سے گزرنے کے بعد آپ کو ان ڈھلوانی سطح کی چٹانوں پر سے بھی گزرنا پڑتا ہے، جہاں سے پھسلنے پر آپ نیچے بہتے ہوئے برالدو میں جا سکتے ہیں۔ اگر انسان خوفزدہ نہ ہو تو یہ راستہ مشکل نہیں۔

پائیو کیمپ سائیٹ

ان چٹانوں سے گزرنے کے بعد راستہ دریا کے کنارے کے بالکل ساتھ بھربھری مٹی پر چلتا ہے۔ یہاں سے درختوں کے جھنڈ نظر آنے شروع ہو جاتے ہیں جو کہ پائیو ہے۔ دوپہر ساڑھے بارہ بجے ہم کاٹن ووڈ کے درختوں میں گھری ہوئی پائیو کی خوبصورت کیمپنگ سائیٹ پر تھے۔ پائیو سطح سمندر سے 3600 میٹر کی بلندی پر واقع اس ٹریک کی مصروف ترین کیمپنگ سائیٹ ہے جہاں سنٹرل ایشیا انسٹیٹیوٹ کے تعاون سے بنائے گئے ٹائلٹس کے باوجود کافی گندگی ہے۔ یہاں ایک دکان ہے جہاں کھانے پینے کی چیزیں 10 گنا مہنگے داموں ملتی ہیں۔ ہمارے ساتھ یہاں اٹلی، ڈنمارک، آسٹریا، ہالینڈ، سکاٹ لینڈ اور سوئٹزرلینڈ کے باشندے خیمہ زن تھے۔ پائیو کی اس لحاظ سے بھی اہمیت ہے کہ یہاں سے 62 کلومیٹر لمبا اور 3 کلومیٹر چوڑا بھورے رنگ کا بالتورو گلیشیر واضح نظر آتا ہے۔ جس کے پس منظر میں کیتھڈرل ٹاورز کا خوبصورت نظارہ ہے۔ کیمپنگ سائیٹ کے درمیان سے پانی کا ایک چشمہ گزرتا ہے جو نیچے جا کر دریا میں شامل ہو جاتا ہے۔ پائیو میں رات کافی پررونق ہوتی ہے۔ پورٹر حضرات خالی ڈرموں اور تیل کے کنستروں سے ڈھول کا کام لیتے ہوئے رات گئے تک بلتی گیت گاتے رہتے ہیں اور اکثر اوقات گورے لوگ اس پروگرام میں خاطر خواہ شمولیت اختیار کرتے ہیں۔ رات دس بجے تک بلتی گانوں کی آواز ہمیں کیمپ میں سنائی دیتی رہی۔ پھر معلوم نہیں کہ وہ لوگ تھک گئے یا ہم سو گئے۔

بالتورو گلیشیر پر

صبح پونے آٹھ بجے جب ہم پائیو سے روانہ ہوئے تو بادل آس پاس کی ہر شے کو گھیرے ہوئے تھے۔ ایک گھنٹے تک اونچے نیچے ٹیلوں سے ہوتے ہوئے ہم بالتورو کے دھانے پر تھے۔ اس گلیشیر پر مٹی اور پتھر کی دبیز تہہ ہے جو آپ کو اس کی اصل شکل نہیں دیکھنے دیتی۔ اس پتھر، برف اور مٹی کے عظیم ملغوبے پر 3 گھنٹے چلنے کے بعد ہم لوگ للی گو کی متروک کیمپ سائیٹ پر تھے۔ جہاں سے چائے اور بسکٹ کے لنچ کے بعد روانگی ہوئی۔ للی گو سے نکلتے ہی گلیشیر کے دائیں ہاتھ پہاڑ کے اوپر پگڈنڈی کی شکل میں ٹریک کی شدید ترین چڑھائی ہے۔ جس کا اختتام 2 گھنٹے بعد "خوبرسے" (3900m) کی کیمپ سائیٹ پر جا کر ہوا۔ "خوبرسے" بلتی میں کڑوی گھاس کو کہتے ہیں جو کہ کیمپنگ سائیٹ کے قریب موجود تھا لیکن ہم نے اسے چکھنے کی قطعاً کوشش نہ کی۔ خوبرسے کے عین سامنے گلیشیر کے دوسری طرف آپ کو ایک عظیم اور عمودی چٹان دیکھنے کو ملتی ہے۔ یہ مشہور زمانہ ٹرنگو ٹاورز (6617m) ہیں جو کہ بلندی زیادہ نہ ہونے کے باوجود کوہ پیماؤں کے لئے خاص کشش رکھتے ہیں۔ کھانے کے بعد کچھ وقت اور روشنی تھی اس لئے ICEAXE کو BAT سمجھ کر کرکٹ کھیلا گیا۔ آج کی رات بھی بارش ہوئی لیکن صبح جب پونے نو بجے ہم لوگ چلے تو ہمارے سائے ہمارے ساتھ تھے۔ آج بھی ٹریکنگ کا آغاز دیر سے کرنے کی وجہ ٹریکنگ کا دن چھوٹا ہونا تھا۔ مگر 11:45 پر اردوکس (4100m) کی کیمپنگ سائیٹ کی خوبصورتی دیکھ کر بھی ہمارا کیمپنگ کا ارادہ نہ بنا۔ اردوکس کے تو (K2) کی طرف جاتے ہوئے آخری کیمپ سائیٹ ہے جو برف سے ہٹ کر ہے اور سرسبز ہے۔ کیمپ سائیٹ ٹریک سے ذرا اوپر ایک سرسبز ڈھلوانی سطح پر ہے۔ ہم نے اپنے چائے